اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد
قطبُ الاقطاب عالمِ ربّانی مُحدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ
بانیٔ جامعہ مدنیہ جدید

جولائی ۲۰۲۴ء

ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۷	محرم الحرام ۱۴۴۶ھ / جولائی ۲۰۲۴ء	جلد : ۳۲

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مُدیر	مُدیر اعلیٰ

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے	بدلِ اشتراک
''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور	پاکستان فی پرچہ 50 روپے......سالانہ 600 روپے
رابطہ نمبر : 0333-4249302	سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 90 ریال
موبائل : 0333 - 4249301	بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 25 امریکی ڈالر
موبائل : 0345 - 4036960	برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 20 ڈالر
موبائل : 0323 - 4250027	امریکہ .... سالانہ 30 ڈالر
جازکیش نمبر : 0304 - 4587751	جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور ای میل ایڈریس
دارُالافتاء کا ای میل ایڈریس اور وٹس ایپ نمبر	www.jamiamadniajadeed.org
darulifta@jamiamadniajadeed.org	jmj786_56@hotmail.com
Whatsapp : +92 321 4790560	Whatsapp: +92 333 4249302

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۷
سیرتِ مبارکہ ..... رشتۂ اخوت اور حضراتِ انصار	حضرت اقدس مولانا سید محمد میاں صاحب ؒ	۱۱
مقالاتِ حامدیہ .... خود شناسی	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۱۷
میرے حضرت مدنی ؒ قسط : ۱۲	حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ؒ	۲۰
تربیتِ اولاد قسط : ۱۶	حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ	۳۰
رحمٰن کے خاص بندے قسط : ۲۵	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۳۶
حضرت امام حسین ؓ اور ماہِ محرم الحرام	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۳
فلسطین کی بابت چالیس اہم تاریخی حقائق قسط ۴	ڈاکٹر محسن محمد صاحب صالح	۵۵
اخبار الجامعہ	مولانا انعام اللہ صاحب	۶۳
وفیات		۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

۲۳ / جون بعد مغرب خانقاہ حامدیہ کے ہفتہ وار حلقۂ ذکر و درس کے بعد کوٹ رادھا کشن کے رہائشی جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل عزیز مولوی محمد آصف صاحب سلمہ مجھے بتلانے لگے کہ

''میں آن لائن طلباء کو قرآنِ کریم کی تعلیم بھی دیتا ہوں ! لندن میں پانچویں جماعت کے کچھ بچے مجھ سے قرآنِ کریم پڑھتے ہیں ان کو دین و دنیا کی ضروری باتیں اور عقائد بھی بتاتا رہتا ہوں ! !

نماز کی پابندی کا پوچھا تو بچے نے بتلایا کہ پابندی سے پڑھتا ہوں سوائے ظہر کی نماز کے ! میں نے پوچھا ایسا کیوں ہے ؟ تو کہنے لگا اس وقت ہم سکول میں ہوتے ہیں وہاں اس کی اجازت نہیں ہے اس لیے نہیں پڑھ سکتے [۱] ! !

میں نے کہا کہ تم سکول میں اپنے دیگر مسلمان بچوں سے ملو اور ان کو نماز کی ترغیب دو پھر سب بچے مل کر سکول کے پرنسپل سے ملو اور کہو کہ ہم مسلمان ہیں اور اس وقت ہماری عبادت کا وقت ہوتا ہے لہٰذا ہمیں اپنی عبادت کی ادائیگی کے لیے وقفہ چاہیے !

---

[۱] ذہن میں رہے ''سکول'' نہ کہ ''مدرسہ'' !

چنانچہ اس بچے نے ہمت کی اپنے دیگر مسلمان بچوں کو ساتھ ملایا ترغیب دی دس پندرہ بچے ہوگئے ! سب مل کر سکول پرنسپل سے ملے اور اس کے سامنے اپنا مطالبہ رکھ دیا ! جس کو بالآخر اس نے مان لیا ! اب ہم سب بچے روزانہ مل کر ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور دوسرے مذہب والے بچے بڑے دیکھ رہے ہوتے ہیں'' ! !

اس واقعہ کو نقل کرنے کا مقصد اپنے مسلمان بھائیوں کو ''مدرسہ'' کی برکات اور اس کی روشن انقلابی طاقت کی ایک ہلکی سی جھلک دکھلانا ہے ! ! !

تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں

مورخہ ۲۹/ ذوالقعدہ/ ۷/ جون بروز جمعہ اسلام آباد میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی کا اجلاس سندھ پیپلز پارٹی کے ڈپٹی سپیکر غلام مصطفیٰ شاہ فاضل سکول/ کالج (نہ کہ مدرسہ) کی زیرِ صدارت جاری تھا کہ جمعہ کی نماز کا وقت ہوگیا مگر اجلاس جاری رہا، نمازِ جمعہ کا وقفہ نہ کیا گیا ! ! ؟

اس پر جمعیة علماء اسلام کے ناظمِ اعلیٰ ممبر قومی اسمبلی حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حیدری مدظلہم نے حسبِ ضابطہ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے اجلاس برخواست کرنے کی طرف توجہ دلائی ! پھر دلائی ! مگر نمازِ جمعہ کے لیے اجلاس برخواست نہ کیا گیا ! ؟ بالآخر مولانا حیدری صاحب اجلاس کا مقاطعہ (Boycott) کرتے ہوئے احتجاجاً باہر تشریف لے گئے ! مزید افسوس اور شرم کا مقام ہے کہ اس موقع پر بقیہ نام نہاد مسلم ارکان میں غالب اکثریت بھی جو کہ خیر سے سکول/ کالج کی پیداوار ہے اس کفریہ عمل میں سپیکر کی ہم نوا بنی اجلاس کو جاری رکھے رہی ! !

پاکستان کی تاریخ میں نمازِ جمعہ کی سرکاری طور پر بے قدری و پامالی کی اس سے قبل کوئی مثال نہیں ملتی ! ! جبکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ روزانہ ہر فرض نماز کے لیے وقفہ کیا جاتا ! کیونکہ نمازِ جمعہ کی طرح ہر نماز

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کی ہے ! ! !

تصویر کا دوسرا سیاہ چہرہ سکول و کالج سے برآمد ہونے والی اکثریت کی جانب سے بپا کیے ہوئے ناپاک انقلاب کا نقشہ پیش کررہا ہے ! ! !

جبکہ پہلا روشن رخ آپ ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں کہ کفر وشر کے گڑھ برطانیہ کے اندر لندن کے ایک ''سکول'' میں ''مدرسہ'' کے فاضل کی تھوڑی سی مخلصانہ کوشش سے ایک بابرکت انقلاب بپا ہوا ! !

خیر وشر کے بیچ معرکہ آرائی قیامت تک جاری رہے گی ! مگر ساتھ ہی قرآن کا حتمی اور آخری فیصلہ بھی سن لیں !

﴿ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ اور نیک انجام متقین کے لیے ہے ! !

لگے ہاتھ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ''عزمِ استحکام'' متقین ہی کے ہاتھوں انجام پاسکتا ہے وگرنہ انجام ''عدمِ استحکام'' ہی کی بدنما شکل میں سامنے آئے گا وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہْ ! !

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

قطب الاقطاب شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاںؒ
کے سلسلہ وار مطبوعہ مضامین جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ پر پڑھے جاسکتے ہیں
https://www.jamiamadniajadeed.org/maqalat/maqalat1.php

مولای صل وسلم دائما ابدا ۔ درسِ حدیث ۔ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

قطب الاقطاب عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں نور اللّٰہ مرقدہٗ کا مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین !

خطا کار بھی ہو اور اچھا بھی ہو ؟ ؟

(درسِ حدیث نمبر ۶۷/ ۳۰۹ ۲۹ رشعبان المعظم ۱۴۰۶ھ/ ۹ رمئی ۱۹۸۶ء)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّاءٌ یعنی تمام بنی آدم بار بار غلطیاں کرنے والے ہیں ! خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ اَلتَّوَّابُوْنَ [1] یعنی ان غلطیاں کرنے والوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو بار بار توبہ بھی کرتا ہے ! معلوم ہوا کہ انسان سے غلطی ہوتی رہتی ہے ایک دو بار ہی نہیں بلکہ بار بار غلطی ہوتی رہتی ہے اور غلطی کرتے بھی سب بنی آدم ہیں ! یہ اور بات ہے کہ کوئی بڑی غلطی کرتا ہے تو کوئی چھوٹی غلطی ،بعض تو کبائر کا ارتکاب کرتے ہیں اور بعض صغائر کا ارتکاب کرتے ہیں اور بعض سے خلافِ اولیٰ کام کرنے کی غلطی ہوتی ہے !

آپ یہ جانتے ہیں کہ خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ اَلتَّوَّابُوْنَ کے زُمرہ میں ہم اس وقت داخل ہوں گے جب ہم ہر وقت اپنی غلطیوں اور اپنی خطاؤں پر نظر رکھیں ! اپنی نیکیوں اور اچھائیوں پر مغرور نہ ہوں ! اگر ہم نے اپنے نفس کا احتساب نہ کیا اور اپنے عیب اور گناہوں پر نظر نہ رکھی تو ظاہر ہے کہ توبہ و استغفار ہم نہیں کریں گے، گناہ تو کرتے رہیں گے گناہوں پر توبہ نہ کریں گے، گویا گناہ اور خطائیں تو ہم سے ضرور صادر ہوں گی ! کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّاءٌ مگر گناہوں پر نظر نہ رکھنے کے باعث توبہ کرنے والوں میں سے نہ بنیں گے اور خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ اَلتَّوَّابُوْنَ میں ہمارا شمار نہ ہوگا ! !

---

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۳۴۱

تو چاہیے کہ ہر وقت اپنی خطاؤں اور کمزوریوں پر نظر رکھیں اور بار بار نادم ہو کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کریں ! اگر کسی کو اپنے آپ میں کوئی بھی غلطی اور خامی نظر نہ آئے تو یہ بھی ایک طرح کی خطا اور گناہ ہے ! ! اس لیے اس سے توبہ کرنی چاہیے ! !

شیطان کی جلن :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک امید افزاء روایت کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان نے (حق تعالیٰ سے) کہا وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ لَا اَبْرَحُ اُغْوِیْ عِبَادَكَ مَا دَامَتْ اَرْوَاحُهُمْ فِیْ اَجْسَادِهِمْ یعنی اے پروردگار تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو اغوا کرتا رہوں گا بہکاتا اور بھٹکاتا رہوں گا جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں رہیں گی ! یعنی جب تک وہ زندہ رہیں گے تب تک میں انہیں راہ راست سے بھٹکاتا رہوں گا !

تو حق تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ وَعِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ وَ ارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَا اَزَالُ اَغْفِرُلَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِیْ [1] یعنی مجھے اپنی عزت وجلال اور بلندئ مقام کی قسم میں بھی معاف کرتا رہوں گا جب تک وہ توبہ کرتے رہیں گے ! !

مطلب یہ ہوا کہ جب بھی میرے بندے سچے دل سے توبہ کریں گے میرے دربار سے انہیں معافی مل جائے گی ! حتی کہ روایت میں آتا ہے کہ جب یہ دیکھ لو کہ کسی آدمی نے اپنے گناہ سے توبہ کر لی ہے تو پھر اس کو اس گناہ کا طعنہ دینا جائز نہیں کیونکہ توبہ کے بعد قوی امید ہے کہ خدا تعالیٰ نے معاف کر دیا ہوگا !

قبولیت کی آخری حد :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتے رہتے ہیں جب تک اس پر غرغرہ کی کیفیت نہ طاری ہو ! [2]

مطلب یہ ہے کہ عالمِ آخرت نظر آنے سے پہلے پہلے توبہ کرے ! بعد میں توبہ قبول نہیں کیونکہ پھر ایمان بالغیب نہیں رہتا حالانکہ مقصود ایمان بالغیب ہے ! !

---

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۳۴۴ [2] ایضًا رقم الحدیث ۲۳۴۳

توبہ کی عادت اور اُس کا فائدہ :

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا جو شخص استغفار کو اپنا معمول بنالے اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ہر تنگی سے (نکلنے کا راستہ) بنادیں گے ! اور ہر غم سے کشادگی پیدا ہو جائے گی ! اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا ! [۱] اصل میں بندہ اور خالق کے درمیان تعلقات گناہ سے خراب ہوتے ہیں ! اور توبہ و استغفار اس تعلق کو استوار کرتے ہیں ! توبہ سے دل گناہوں کی آلائش سے پاک ہو جاتا ہے حق تعالیٰ اور بندہ کے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں تو حق تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور پریشانیاں کافی حد تک کم ہو جاتی ہیں ! !

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسان جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امیدیں قائم رکھے گا میں تجھے بخشتا رہوں گا معاف کرتا رہوں گا جو بھی تیرے اندر گناہ ہوں اور مجھ کو کوئی پرواہ نہیں !

اور فرمایا اے ابن آدم اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں کے برابر پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے استغفار کرے تو تجھے معاف کر دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں !

پھر فرمایا اے انسان اگر تو میرے پاس اتنے گناہ لے کر آئے کہ جو ساری زمین کو بھر دیں البتہ میرے پاس شرک سے صاف ہو کر آئے تو میں اتنی ہی مغفرت ساتھ لے کر ملوں گا ! [۲] گویا گناہوں کی کثرت میں بھی ناامید نہ ہونا چاہیے ! اگر گناہ زیادہ ہیں تو حق تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا دائرہ بھی تو بہت زیادہ وسیع ہے ! حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَلَا اُبَالِیْ یعنی ''مجھے کوئی پرواہ نہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ میں بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف کر سکتا ہوں مجھے کوئی روکنے والا نہیں ! ! ! [۳]

---

[۱] مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۲۳۳۹ [۲] ایضًا رقم الحدیث ۲۳۳۶ [۳] یعنی گرفت بھی کر سکتا ہوں اور معاف بھی کر سکتا ہوں اس جملہ سے کوئی مسلمان اپنے کو غلط فہمی میں ڈال کر خسارہ نہ اٹھائے۔ محمود میاں غفرلہٗ

ایک حدیث شریف میں ہے (جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی استغفار کرتا رہے اللہ کے یہاں وہ توبہ کرنے والوں میں شمار ہوگا ! ! ؎۱ بات یہ ہے کہ آدمی گناہ سے توبہ کر لیتا ہے پھر گناہ سرزد ہو جاتا ہے، پھر توبہ کر لیتا ہے پھر غلطی کر بیٹھتا ہے پھر توبہ کرتا ہے اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے ! تو اب اس آدمی کا شمار بار بار گناہ کرنے والوں میں ہوگا یا بار بار توبہ کرنے والے خوش نصیبوں میں، کن لوگوں کی فہرست میں اس کا نام درج ہوگا ؟ ؟ ! ! تو آقائے نامدار ﷺ نے بتلایا کہ اس کا شمار ان لوگوں میں نہیں ہوگا جو گناہوں پر ڈٹے ہوئے ہوں بلکہ ان میں ہوگا جو بار بار توبہ کرتے ہیں ! اور فرمایا چاہے وہ دن میں ستر مرتبہ بھی گناہ کر لے ! ! یہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمت ہے اور بہت بڑا کرم ہے ! ! اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھے، آمین

(مطبوعہ ماہنامہ انوارِ مدینہ اکتوبر ۲۰۱۶ء بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۷/جون ۱۹۶۸ء)

قطب الاقطاب شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاںؒ

کے آڈیو بیانات (درسِ حدیث) جامعہ کی ویب سائٹ پر سنے اور پڑھے جا سکتے ہیں

https://www.jamiamadniajadeed.org/bayanat/bayan.php?author=1

؎۱ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۳۴۰

سیرتِ مبارکہ

رشتۂ اخوت اور حضراتِ انصار کا ایثار

مؤرخِ ملت مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب کی تصنیفِ لطیف

سیرتِ مبارکہ ''محمد رسول اللہ'' کے چند اوراق (صلی اللہ علیہ وسلم)

✡ ✡ ✡

مسجد اور حجرات کی تعمیر اور مواخات پر دوبارہ نظر

اقتصادی تعمیر، بنیادی نظریہ، طریقہ تعمیر اور دورِ حاضر کی اقتصادی تحریکات

محمد رسول اللہ (فداہ روحی) صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ مہاجرین جو مسجد کی اور پھر (ازواجِ مطہرات کے) حجروں کی تعمیر کر رہے ہیں، اس شہر (مکہ) کے رہنے والے ہیں جو ملکِ عرب کا مرکزی شہر ہے جو اپنے تمدن میں دنیا کے متمدن شہروں سے پیچھے نہیں ہے جس کی آبادی باقاعدہ ہے، مختلف محلوں میں بٹی ہوئی، بیچ میں سڑکیں، بازار پُر رونق، مکانات پختہ، ہر طرح کی آرائش سے آراستہ ! ایک امکان وہ بھی ہے جس کو '' دَارُ الْقَوَارِیْر '' کہا جاتا تھا[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مہاجر رفقاء نے ان ہی محلوں میں پرورش پائی تھی، ان ہی گلیوں اور کوچوں میں کھیلے تھے، ان ہی سڑکوں پر دوڑے اور چلے تھے پھر تاجر بن کر ان ہی بازاروں میں خرید وفروخت کرتے رہے تھے ! !

دار الھجرت (مدینہ طیبہ) میں جب یہ حضرات خود مزدور اور معمار بن کر کچی اینٹوں، چھوٹے بڑے ناہموار پتھروں، کھجور کی ٹٹیوں[۲] اور کھجور کے پٹھوں اور پتوں سے مسجد مبارک اور حجروں کی تعمیر کر رہے تھے تو اپنے خاندانی مکانات اور مکہ کے محلات کا نقشہ ان کے ذہنوں سے محو نہیں ہوا تھا ! !

---

[۱] (شیش محل) معجم البلدان : دار القوارير: قال احمد بن جابر حدثنی العباس بن هشام الكلبی قال: كتب بعض الكنديين الى ابی يساله عن مواضع منها دار القوارير بمكة ، فكتب: فاما دار القوارير فكانت لعتبة بن ربيعة بن عبد شمس ابن عبد مناف ثم صارت للعباس بن عتبة بن ابی لهب بن عبد المطلب ثم صارت لام جعفر زبيدة بنت ابی الفضل بن المنصور فاستعملت فی بنائها القوارير فنسبت اليها ، وكان حماد البربری بناها قريبا من خلافة الرشيد و ادخل بئر جبير بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف اليها

[۲] بانس یا سرکنڈوں کا چھوٹا سا ٹٹا آڑ کے طور پر لگانا

نبوت کے ابتدائی تین سال میں جو تربیت دی گئی تھی اس کا نصاب اور طریقۂ تربیت پہلے گزر چکا ہے، یہ تربیت صرف تین سال تک ہی نہیں رہی بلکہ قیامِ مکہ کی پوری مدت میں اس کا سلسلہ جاری رہا اور وہ رنگ جو پہلے تین سال میں کھلا تھا وہ پختہ اور زیادہ پختہ ہوتا رہا ! !

بلا شبہ یہ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ تمدن کے تمام نقشوں کو چھوڑ کر جفاکش زاہدانہ اور درویشانہ زندگی کا نقشہ جمایا جارہا ہے ! مگر قرآن پاک میں حضرت حق جل مجدہٗ کا ارشاد تو یہ ہے

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ (سُورۃ الاعراف : ۳۲)

''تو کہہ ! کس نے منع کیا ہے رونق اللہ کی جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی۔ تو کہہ وہ ہے ایمان والوں کے واسطے دنیا کی زندگی میں نری (مخصوص طور پر) ان کی ہیں قیامت کے دن''

ملت کے معمار :

پھر زینت سے یہ اجتناب کیوں ؟ آپ کو فراموش نہ ہونا چاہیے کہ حضراتِ صحابہؓ نے اس دور کو تعمیر ملت کا دورِ اوّل قرار دیا تھا چنانچہ اسی سال کو اسلامی سن (سن ہجری کا پہلا سال) مانا گیا، کلامِ الٰہی نے بھی ﴿ مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ ﴾[1] کا لفظ استعمال کر کے صحابہ کرامؓ کے اس تخیل کی تائید فرمائی !

ملت سے مذاق :

آج ہر طرف پسماندہ قوموں کو ترقی دینے کا شور ہے لیکن جب ان کی ہمدردی کے دعویدار سیاسی رہنما مساوات اور سوشلزم کا نام لے کر کہتے ہیں ''معیار زندگی بلند کرو'' تو مسجد مبارک اور تعمیر حجرات کا سادہ نقشہ خاموشی سے اشارہ کرتا ہے کہ قوم کی تعمیر ایسے نعرے سے نہیں ہوسکتی بلکہ اس طرح کے عمل سے ہوتی ہے ! ! ہمدردی یہ نہیں کہ آپ اپنی کوٹھی کی سب سے اونچی منزل پر رونق افروز ہو کر خاک نشین غریبوں کو حکم دیدیں کہ ایسی ہی کوٹھی تم بھی بناؤ تاکہ مساوات اور برابری رونما ہو ! !

---

[1] ﴿ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ ﴾ (سُورۃ التوبۃ : ۱۰۸)

اس کو ہمدردی نہیں کہا جاسکتا یہ ستم ظریفی ہے [۱] اس نعرے سے آپ اپنے کردار کو مشتبہ کردیتے ہیں کہ آپ اس نمائشی نعرے سے غریبوں کو سبز باغ دکھا کر اپنی عیش پرستی کے لیے وجہ جواز نکالتے ہیں ! ! [۲]

اقتصادی تعمیر کا طریقہ :

ہمدردی یہ ہے کہ آپ قصرِ معلّٰی کی سطح بالا سے نیچے اتریں، غریبوں کی ٹوٹی چٹائی پر ان کے برابر بیٹھیں، پھر ان کو ساتھ لے کر آگے بڑھیں ! یعنی پہلا مرحلہ یہ ہے کہ بلند کرنے کے بجائے آپ معیارِ زندگی کو برابر کریں ! سیرتِ مبارکہ کا ایک روشن باب یہ ہے کہ آپ نے اقتصادی تعمیر وترقی کے لیے یہی اسلوب اختیار فرمایا ! ! چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے :

(۱) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ٹٹیوں کا تھا ! ٹٹیوں میں سوراخ ہوگئے تھے جب آنحضرت ﷺ غَزْوَۃُ دُوْمَةِ الْجَنْدَلِ میں تشریف لے گئے تو حضرت ام سلمہؓ نے اس غیبوبت میں حجرے کی دیواریں کچی اینٹوں کی بنوالیں ! ! آنحضرت ﷺ غزوہ سے واپس ہوئے تو سب سے پہلے ان ہی کے یہاں تشریف لے گئے ! ! دریافت کیا : یہ تعمیر کیسی ؟ ؟

حضرت ام سلمہؓ نے معذرت کی کہ دیوار اس لیے بنوالی ہے کہ پردہ ہوجائے کسی کی نظر نہ پڑسکے ! فرمایا : ام سلمہؓ مال کا بدترین مصرف یہ تعمیر ہے [۳] حاصل یہ ہے کہ آپ نے عذر قبول فرمایا مگر اس عمل کی تائید اور حمایت نہیں فرمائی جس سے ایک امتیاز پیدا ہورہا تھا !

(۲) اسی دور کا یہ واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک راستے کے کنارے پر ایک مکان دیکھا جو حال میں تعمیر ہوا تھا اس کا پھاٹک شاندار بنایا گیا تھا اور پھاٹک پر قبہ نما محراب بھی رکھی گئی تھی ! دریافت فرمایا یہ مکان کس کا ہے ؟ ایک انصاری کا نام بتایا گیا ! آنحضرت ﷺ خاموش ہوگئے !

---

[۱] مذاق مذاق میں ظلم کرنا [۲] یعنی جب معیار زندگی بلند کرنا نصب العین قرار دیا گیا تو جس کا معیار بلند ہوگیا ہے وہ قابلِ اعتراض نہیں گویا وہ منزل پر پہلے پہنچ گیا ہے۔

[۳] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۸۱ (الجزء الاوّل من القسم الثانی) یعنی کرایہ کے لیے مکانات بنوانا بھی ایک قسم کی زمینداری ہے جو پسند نہیں ہے (واللّٰہ اعلم بالصواب)

اگلے روز یہ انصاری دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو خلافِ معمول آقاء دو جہان ﷺ کا رُخ پلٹا ہوا پایا ! حاضرین مجلس سے اس بے التفاتی کی وجہ معلوم کی تو کوئی خاص سبب کسی کو بھی معلوم نہیں تھا ! ؟ البتہ کل کے واقعہ کا تذکرہ کیا گیا کہ جب حضرت والا (ﷺ) آپ کے مکان کی طرف سے گزرے تھے تو قبہ دار پھاٹک کو دیکھ کر دریافت فرمایا تھا کہ یہ پھاٹک کس کا ہے ؟ انصاری جاں نثار نے یہ بات سنی، واپس مکان پر پہنچے اور پورے پھاٹک کو منہدم کرا کر زمین کے برابر کردیا ! ! ! ۱؎

(۳) یمن کا ایک قبیلہ بَنُو اَشْعَر تھا ، اس قبیلہ کے جو خاندان مسلمان ہوگئے تھے وہ مدینہ میں رہتے تھے اور فوجی خدمات (جہاد) میں حصہ لیا کرتے تھے۔ ہر ایک خاندان اپنے آمد و خرچ کا خود ذمہ دار تھا لیکن ان کا یہ بھی دستور تھا کہ اگر کسی کی آمدنی میں کمی ہوجاتی (مثلاً موسم کے ختم پر نئی فصل سے پہلے تنگی ہوجاتی یا سفر میں کسی کا توشہ ختم ہوجاتا) تو ایسا کرتے تھے کہ تمام خاندانوں میں جس کے یہاں جو کچھ غلہ یا توشہ ہوتا وہ سب ایک جگہ اکٹھا کر لیتے تھے پھر سب کو برابر تقسیم کردیتے یہ آپس کی ہمدردی اور باہمی اتفاق کی صورت آنحضرت ﷺ کو اتنی پسند تھی کہ مجمع میں اس کی تعریف فرماتے ہوئے یہاں تک فرماتے هُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُمْ ''وہ میرے ہیں اور میں ان کا'' ۲؎

(۴) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں آنحضرت ﷺ کو ان سے بہت زیادہ تعلقِ خاطر تھا ! جب آپ سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں ان سے رخصت ہوتے اور جب سفر سے واپس ہوتے تو سب سے پہلے ان کے یہاں تشریف لے جاتے ! ایک مرتبہ آپ سفر سے واپس ہوئے اور حسبِ معمول ان کے یہاں تشریف لے گئے مگر حجرہ (کمرہ)

۱؎ سُنن ابوداوٗد باب فی البناء ج ۲ ص ۳۶۴ مجتبائی . اخلاص کی انتہاء یہ ہے کہ منہدم کردینے کی اطلاع بھی نہیں دی کچھ دنوں بعد جب دوبارہ اس طرف سے آنحضرت ﷺ کا گذر ہوا تو خود آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس پھاٹک کا نام ونشان بھی نہیں تھا تب آپ نے فرمایا اَمَا اِنَّ کُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰی صَاحِبِهٖ اِلَّا مَالَا اِلَّا مَالَا اِلَّا مَالَا ''ہر ایک تعمیر اس کے بانی کے حق میں وبال ہے مگر جو ضروری ہو بہت ضروری ہو جس کے بغیر چارہ نہ ہو''

۲؎ بخاری شریف ج ۱ ص ۳۳۸

کے اندر نہیں داخل ہوئے، دروازہ سے ہی واپس تشریف لے آئے ! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس مرتبہ نئی بات یہ کی تھی کہ حجرے کے دروازے پر کپڑے کا پردہ آراستہ کر دیا تھا ! حضرت علیؓ اس وقت موجود نہیں تھے واپس ہوئے تو حضرت فاطمہؓ غمگین بیٹھی تھیں ! جب انہیں معلوم ہوا کہ غمگین اس لیے ہیں کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے تھے اور خلافِ معمول باہر سے ہی واپس ہوگئے تو خدمتِ مبارک میں حاضر ہوکر کبیدگی کا سبب دریافت کیا ، ارشاد ہوا

'' دروازہ پر کپڑے کا پردہ سجا رکھا ہے مجھے ایسے تکلّفات سے کیا واسطہ ''

اب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ناراضگی کا سبب معلوم ہوا تو معافی چاہی اور عرض کیا جو حکم ہو اس کی تعمیل کروں ! آنحضرت ﷺ نے ایک غریب عیالدار کا نام لیا اور فرمایا کہ یہ کپڑا ان کے یہاں پہنچا دو[۱]

(۵) حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت اسماء بنت یزیدؓ وغیرہما کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو سونے کے زیورات سے منع کیا، یہاں تک فرمادیا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے محبوب کو آگ کا کنگن پہنائے وہ اس کو سونے کا کنگن پہنادے ! ![۲]

سلسلہ مواخات اور سیاسی رہنماؤں کے لیے ایک سبق

﴿ وَيُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ (سُورۃ اٰلِ عمران : ۱۶۴)

'' ان (اہلِ ایمان) کو پاک صاف کرتے ہیں (سنوارتے ہیں) اور ان کو کتاب اور حکمت (دَانِش و بِینِش) کی تعلیم دیتے ہیں''

آنحضرت ﷺ مدینہ میں قیام فرما ہوئے تو آپ کی حیثیت سیاسی سربراہ (امیر) کی بھی تھی ! آپ مہاجرین کی آباد کاری کے لیے کوئی قانون بنا سکتے تھے مگر سیرۃ مبارکہ کا سبق یہ ہے کہ قانون بنانا کارگر نہیں، دلوں کو بنانا چاہیے ! سیاسی یا اقتصادی انقلاب کے بجائے دلوں کی دنیا میں انقلاب برپا کرو !

---

[۱] سُنن ابوداوٗد باب فی اتخاذ الستور [۲] سُنن ابوداوٗد باب ماجاء فی الذھب للنساء ج۲ ص ۲۳۰ مجتبائی علماء کا اتفاق ہے کہ یہ ممانعت ابتداء میں تھی اس کے بعد عورتوں کو سونے کے زیورات کی اجازت دی گئی البتہ یہ ضروری قرار دیا گیا کہ ہر سال ان کی زکوۃ بلا ناغہ پوری پوری ادا ہوتی رہے !

آنحضرت ﷺ کا ایک بہت مشہور ارشاد ہے جس کا مفہوم یہ ہے

''جسم انسان میں ایک پارچۂ گوشت ہے اگر وہ ٹھیک ہے تو بدن کی پوری عمارت آباد اگر وہ خراب ہے تو بدن کی پوری عمارت ویران یاد رکھو وہ قلب ہے'' [۱]

کلامُ اللہ شریف نے آنحضرت ﷺ کی شان یہ بیان فرمائی تھی

''تمہارا (اہلِ ایمان کا) رنج وکلفت میں پڑنا اس پر بہت شاق (سخت ناگوار) گزرتا ہے ! تمہاری بھلائی کا حریص (بہت خواہشمند) ہے وہ مومنوں کے لیے شفقت رکھنے والا رحمت والا ہے'' [۲]

وہ ان (اہلِ ایمان) کو اللہ کی آیتیں سناتا ہے اور ان کو سنوارتا ہے (ہر طرح کی برائیوں سے انہیں پاک کرتا ہے)'' [۳]

قانون کے سامنے چاروناچار گردنیں جھک جاتی ہیں مگر دل نہیں سنورتے ! یہ نبی رحمت رؤف رحیم کی نظر کیمیا اثر کی برکت تھی کہ حضراتِ انصار کے دل ایسے سنورے کہ بخل اور حبِ مال کی برائی ختم ہو کر ایثار، فدائیت اور سخاوت کے وہ بے پناہ جذبات ان میں موجزن ہوئے کہ جیسے ہی رشتۂ اخوت قائم ہوا انہوں نے خود درخواست پیش کردی !

اِقْسِمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِیْلَ [۴] ''ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان باغات تقسیم کردیجیے'' حضراتِ انصار کا اصرار یہ تھا کہ حضراتِ مہاجرین کو ان جائیدادوں کا مالک بنادیا جائے لیکن رحمة للعالمین ﷺ جیسے غریب اور پردیسی مہاجرین کے حق میں مشفق و محسن تھے اسی طرح آپ کا دامن رحمت انصار پر بھی پھیلا ہوا تھا ان کے حق میں بھی آپ رؤف رحیم تھے آپ نے ملکیت کی تقسیم منظور نہیں فرمائی صرف پیداوار کی تقسیم کا فیصلہ فرمایا ! ! (یہ ہونی چاہیے شان سیاسی سربراہ اور رہنماء قوم کی)

(ماخوذ از سیرتِ مبارکہ محمد رسول اللہ ﷺ ص ۴۶۷ تا ۴۷۳)

❁ ❁ ❁

---

[۱] بخاری شریف وغیرہ [۲] سورۂ توبہ : ۱۲۸ [۳] سورۂ آلِ عمران : ۱۶۴ [۴] بخاری شریف ص ۳۱۲ و ص ۵۳۴

قطب الاقطاب عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں نور اللّٰہ مرقدہٗ کے وہ مضامین جو پندرہ بیس برس قبل ماہنامہ انوار مدینہ میں شائع ہو چکے ہیں قارئین کرام کے مطالبہ اور خواہش پر ان کو پھر سے ہر ماہ سلسلہ وار ''خانقاہ حامدیہ'' کے زیرِ اہتمام اس مؤقر جریدہ میں بطورِ قندِ مکرر شائع کیا جا رہا ہے ! اللہ تعالیٰ قبول فرمائے (ادارہ)

خودشناسی

﴿ نظرثانی وعنوانات : حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

میرے مضمون کا عنوان ہے ''خودشناسی'' اس کا مطلب ہے اپنے آپ کو پہچاننا ! اپنے آپ کو پہچاننا کئی طرح ہوسکتا ہے اس کی ایک بہت ہی مفید صورت یہ بھی ہے کہ بندہ اپنی حقیقت سامنے رکھے کہ وہ کتنا عاجز بے بس اور محتاج ہے اور اس کے بالمقابل اپنے پروردگار کی عظمت وقدرت، جلال و جبروت، قہر و غلبہ کا تصور کرے گویا خود شناسی کو خداشناسی کا ذریعہ بنائے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا یقیناً اس نے اپنے رب کو بھی پہچان لیا ! مثلاً انسان یہ غور کرے کہ وہ کھانا کھاتا ہے پانی پیتا ہے مگر یہ قدرت نہیں رکھتا کہ اپنے ارادہ سے اسے ہضم کر سکے بلکہ اسے نہیں معلوم ہوتا کہ جسم کے اندر کیا عمل ہو رہا ہے کس طرح خوراک اور کس طرح پانی جزو بدن بن رہے ہیں ! وہ کھا پی کر سو جاتا ہے گویا اور بھی زیادہ بے خبر ہو جاتا ہے ! لیکن جب اُٹھتا ہے تو طبیعت میں تازگی اور توانائی محسوس کرتا ہے اور اپنے منشاء کے کام میں بشاشتِ نفس سے لگ جاتا ہے ! زندگی بھر انسان کا یہی معمول رہتا ہے لیکن کبھی اس طرف خیال نہیں جاتا کہ آخر میری بدنی صلاحیتوں کو بحال رکھنے والی نظروں سے غائب مگر حاضر ذات میرے ساتھ کیا کیا احسانات فرما رہی ہے اور کیسے کیسے میری تربیت کر رہی ہے کہ میں اگر سو بھی جاتا ہوں تو پھر بھی وہ نظامِ بدنی کو قائم رکھتی ہے !

اگراس طرح انسان اپنی ذات ہی پر نظرِ غائر ڈالے تو اسے یقیناً ذاتِ پروردگار نظر آجائے گی اور اسے ''خودشناسی'' کے ساتھ ''خداشناسی'' حاصل ہوگی ! ! !

﴿ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَةٌ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَا ذِیْرَہٗ ﴾ (القیامة : ۱۴، ۱۵)

''بلکہ انسان اپنے اوپر خود شاہد ہے گو وہ کتنے ہی بہانے پیش کرے''

کبھی انسان صحت مند ہے تو کبھی بیمار ہوتا ہے بیماری کی صورت میں وہ اتنا عاجز رہتا ہے کہ اپنی بیماری کو جو اسی کے جسم میں ہوتی ہے نہیں پہچان سکتا اپنے باطن میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتا ! آخر علم ناقص مستعار لیتا ہے طبیب و ڈاکٹر اسے دیکھتے ہیں حالات سنتے ہیں طرح طرح کے ٹیسٹ لیتے ہیں پھر بیماری کے بارے میں رائے قائم کرتے ہیں اور بعض اوقات پھر بھی بیماری کسی کی سمجھ میں نہیں آتی یا سمجھ میں آجاتی ہے مگر سب اس کے علاج سے قاصر رہتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان معمولی سی بیماری محسوس کرتا ہے ڈاکٹر بھی معمولی ہی سمجھ کر علاج شروع کرتے ہیں مگر وہ بجائے صحتمند ہونے کے اور بیمار ہوتا چلا جاتا ہے ! !

کیا یہ انسان کی کھلی ہوئی عاجزی نہیں کہ دستِ قدرت اتنا لطیف وقوی ہے کہ اس کے سامنے سب عاجز آجاتے ہیں ! اسی لیے سرورِ کائنات علیہ الصلوٰة والسلام نے ایک دعا میں ارشاد فرمایا ہے

لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآئُکَ (مشکوة المصابیح رقم الحدیث ۱۵۳۰)

''خداوندا تیری شفاء کے سوا کوئی شفاء نہیں'' یعنی حقیقتاً شفاء تو ہی بخش سکتا ہے

وجدانیات کے لیے یعنی ان چیزوں کے لیے جو انسان اپنے اندر پاتا ہے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی ! وہ اس کے لیے ایسی ہوتی ہیں جیسے مشاہدہ مثلاً کسی شخص کے سر میں درد ہو تو اسے اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہ ہوگی وہ خود یقین کے ساتھ اپنے درد کو محسوس کرے گا ایسے ہی خوشی اور غم، محبت اور نفرت ایسی وجدانی کیفیات ہیں جن کے لیے اس انسان کو جو انہیں محسوس کر رہا ہو کسی دلیل کی حاجت نہیں ہوتی ! !

لہٰذا اگر انسان خودشناسی کے ذیل میں ان تصرفاتِ قدرت پر نظر رکھے جو اسے اپنی ذات میں

نظر آسکتے ہیں تو اسے معرفتِ خدا کے وجدانی دلائل دکھائی دیں گے ! ! ارشادِ ربانی ہے

﴿ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ﴾ [1]

''عنقریب ہم اپنی نشانیاں انہیں دنیا میں دکھائیں گے اور خود ان کے نفس میں یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہی حق ہے''

غرض ایک بالکل بے پڑھا لکھا انسان بھی اگر اس طرح غور کرے تو اسے اپنی ذات میں خداوند کریم کی ذات پاک کی معرفت ملے گی ! ! ارشادِ خداوندی ہے

﴿ وَفِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ [2] ''اور خود تمہارے نفسوں میں بھی، پس کیا تم غور سے نہیں دیکھتے''

انسان خود شناسی کے راستہ منزلیں طے کرتا ہوا خدا شناسی تک جا پہنچتا ہے ! کیونکہ ایک طرف جب وہ اپنی حقیقت اور اپنی صفات پر نظر ڈالتا ہے تو ہر طرف کمی اور خامی نظر آتی ہے ! !

دوسری طرف ذات خداوندی کے بارے میں سوچتا ہے تو وہ ذات بے عیب اور کمالات سے متصف مشہود ہوتی ہے ! !

حق تعالیٰ کا ''قَيُّوْم'' ہونا کہ وہ تمام ہی مخلوق کو قائم رکھے ہوئے ہے اس کا ''حَيٌّ'' ہونا کہ درحقیقت وہی صفتِ حیات سے متصف ہے یا جسے وہ حیات مستعار بخش دے ! !

اس کا ''مُمِيْت'' ہونا ''عَلِيْم'' ہونا ''خَبِيْر'' ہونا جتنی بھی صفات ہیں ان سب صفات سے معرفتِ باری تعالیٰ کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں ! ! اور اللہ کا وعدہ ہے

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [3]

''اور جنہوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہیں سمجھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی معرفتِ کاملہ نصیب فرمائے

❀ ❀ ❀

---

[1] سُورۃ حٰمٓ السجدۃ : ۵۳ [2] سُورۃ الذاریات : ۲۱ [3] سُورۃ العنکبوت : ۶۹

میرے حضرت مدنی رحمہ اللہ

قسط : ۱۲

حالات و واقعات شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

بقلم : شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ

ماخوذ از آپ بیتی

انتخاب و ترتیب : مفتی محمد مصعب صاحب مدظلہم ، دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

مقدمہ : جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی دامت برکاتہم

امیر الہند و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

❁ ❁ ❁

مجاہدات :

حضرت شیخ الاسلام مولانا الحاج سیّد حسین احمد صاحب المدنی نور اللہ مرقدہٗ کے مجاہدات کے لیے تو بڑے دفتر چاہئیں ! یہ تو میرا متعدد اکابر سے سنا ہوا ہے کہ جب مدینہ پاک میں ذکر و شغل کی ابتداء کی تو مدینہ پاک سے باہر ایک مسجد اجابہ تھی جواب تو شہر کے اندر آگئی اور چاروں طرف آبادی بہت بڑھ گئی اس وقت ویرانہ میں تھی، حضرت رحمہ اللہ وہاں بیٹھ کر اس زور و شور سے ضربیں لگایا کرتے تھے کہ دور تک آواز جایا کرتی تھی اور بعض مرتبہ جوشِ عشق میں ضربیں لگاتے لگاتے اٹھ کر مسجد کی دیواروں میں سر دے کر مارا کرتے تھے !

یہ گستاخ بعض مواقع پر حضرت رحمہ اللہ سے عرض بھی کر دیتا تھا کہ آپ کی دماغی قوت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے جس کا سر دیواروں پر مارنے سے بھی نہ پھوٹا، حضرت نے کبھی اس کی تردید تو فرمائی نہیں مگر ایسا گہرا سکوت فرماتے تھے کہ یہ گستاخ کہہ کر خود ہی پشیمان ہوتا تھا !

حجاز سے واپسی اور صبح کو چھ بجے دیوبند پہنچنا اور اسی وقت سات بجے بخاری شریف کا سبق پڑھا دینا تو مجھے بھی معلوم ہے۔ الیکشن کے ہنگامہ میں ایک مرتبہ جمعرات کی شام کو چار بجے کی گاڑی سے دہلی تشریف لے گئے، دس بجے حاجی علی جان مرحوم کی کوٹھی میں کوئی میٹنگ تھی دو گھنٹے اس میں مشغول رہے

وہاں سے فارغ ہوکر رات ہی کو نانوتہ پہنچے، صبح کی نماز کے بعد نانوتہ میں جلسہ میں تقریباً دو گھنٹے تقریر فرمائی، وہاں سے فارغ ہوکر سہارنپور ہوتے ہوئے سیدھے سنسار پور تشریف لے گئے وہاں ایک اجتماع میں تقریر فرمائی، جمعہ بہٹ آکر پڑھا اور جمعہ کے بعد دو گھنٹے وہاں تقریر فرمائی، عصر کے بعد سہارنپور تشریف لائے، عشاء کے بعد سہارنپور کے ایک اجتماع میں تقریر فرمائی، شنبہ کی صبح کو دیوبند جاکر بخاری شریف کا سبق پڑھا دیا ! !

حضرتؒ کے مجاہدات کی تفصیل تو بہت لمبی ہے اور مجاہدِ اعظم کا لقب حضرت کے لیے حضرت کے مجاہدات کے مقابلہ میں کم ہے البتہ سلہٹ کے ایک رمضان کا واقعہ لکھواتا ہوں جس کو مولوی عبدالحمید اعظمی نے ''مولانا مدنی کا قیام سلہٹ'' نامی رسالہ میں مفصل تحریر فرمایا ہے ! (آپ بیتی ص ۸۳۹ ، ۸۴۰)

معمولاتِ رمضان :

یہ بہت ہی طویل مضمون اس رسالے کے دس صفحے پر آیا تھا، اسی دوران میں اکابر کے رمضان کے نام سے مستقل ایک رسالہ لکھنے کی نوبت آگئی اس میں بھی یہ مضمون بعینہٖ مکرر آگیا اگرچہ میرا تو جی چاہتا تھا کہ دونوں رسالوں میں مستقل آجائے مگر میرے بعض دوستوں کی رائے ہوئی کہ ایک ہی مضمون دو جگہ اتنا طویل تکرار ہے مختصر ہوتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا اس لیے یہاں سے لکھوانے کے بعد حذف کردیا مگر ہے قابلِ دید اور اکابر کے رمضان تو سارے ہی دیکھنے کے قابل ہیں۔ دوستوں کا مشورہ ہے کہ اس مضمون کو خاص طور سے اس میں ضرور دیکھیں، بعد میں مفتی محمود صاحب کی رائے یہ ہوئی کہ دونوں جگہ ہونا ضروری ہے اس لیے باقی رکھا گیا !

مولوی عبدالحمید صاحب اعظمی حضرت کے معمولاتِ رمضان کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا کا قیام تو داروغہ عبدالستار مرحوم کے مکان پر ہوتا تھا اور نئی سڑک کی بڑی مسجد جو قیام گاہ سے تقریباً دو فرلانگ ہے اس میں حضرت پانچوں وقت کی نماز پڑھاتے تھے اور اسی میں زائرین معتقدین دور دراز سے آکر ماہِ مبارک میں فروکش ہوتے تھے چونکہ حضرت قدس سرہٗ کا پورے ماہ کا قیام

ہوتا تھا اس لیے نیت اقامت کی ہوتی تھی اور جملہ نمازوں میں حضرت خود ہی امامت فرمایا کرتے تھے اور ظہر کی نماز کے بعد مصلے کے چاروں طرف جو بیسیوں بوتلیں پانی دم کرنے کی رکھی رہتی تھیں (ان پر دم کرتے) اس کے بعد مصلے کے نیچے سے وہ درخواستیں نکالتے جو ظہر کی نماز تک وہاں جمع ہوتی رہتی تھیں اور ان کو ہر ایک کو پڑھ کر صاحب درخواست کو بلا کر اس کی درخواست پوری فرماتے تعویذ وغیرہ لکھتے جس میں بیعت کی درخواست ہوتی ان سب کو ایک کونے میں جمع کرتے ان درخواستوں سے فارغ ہونے کے بعد بیعت ہونے والے حضرات کو بیعت کرتے پھر کچھ ارشاد ونصیحت کے بعد دولت خانہ پر تشریف لے جاتے ، جانے کے ساتھ کبھی ذرا سا لیٹ گئے ورنہ تلاوت میں مشغول ہو گئے ڈاک کا کام اگر باقی رہ گیا تو اس کو پورا کیا !

اسی درمیان خصوصی ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رہتا اتنے میں عصر کی اذان ہو جاتی ، حضرت ضروریات سے فارغ ہو کر نمازِ عصر کے لیے تشریف لے جاتے ، نمازِ عصر سے فارغ ہونے کے بعد مولانا حافظ محمد جلیل صاحب مدرس دارالعلوم دیو بند کے ساتھ سوا پارے کا دور فرماتے ، اس طرح کہ پاؤ پارہ حضرت پڑھتے اور پھر وہی پارہ حضرت مولانا محمد جلیل صاحب پڑھتے ، مغرب تک اسی طرح رہتا ، اگر غروب سے پہلے دور ختم ہو جاتا تو حضرت مراقب ہوتے اور رفقاء اپنے ذکر و شغل میں مشغول رہتے اور معمولی افطار کے بعد جو عموماً کھجور اور زمزم ہوتے اور ناشپاتی ، انناس ، عمدہ کیلے ، امرود ، آم ، بصری کھجوریں ، ناریل کا پانی ، پپیتے ، میٹھے اور نمکین چاول بھی ہو جاتے ، تلے ہوئے انڈے بھی ہوتے اور عام ہندوستانی افطاری پھلکیاں ، چنے وغیرہ سے دستر خوان خالی ہوتے !

میں تو سمجھا کہ ان چیزوں کا یہاں رواج نہیں مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ رواج تو خوب ہے مگر ان چیزوں کو گھٹیا سمجھا جاتا ہے اس لیے حضرت کے دستر خوان پر لانا توہین سمجھتے تھے ، اس سب کے باوجود حضرت کا افطار بہت ہی مختصر ہوتا ! اس وقت میں سارے دستر خوان پر چہل پہل اور فرحت وسرور کا دور ہوتا مگر حضرت نور اللہ مرقدہٗ نہایت استغراق میں ساکت رہتے ، افطار گاہ مسجد کے قریب ہی تھا لیکن دور کے ختم ہونے کے بعد سے جو استغراقی کیفیت ہوتی تو بعض مرتبہ اذان کی بھی اطلاع کرنی پڑتی !

(از زکریا: یہ منظر اس ناکارہ نے بھی دیو بند کی حاضری پر بار ہا دیکھا کہ لوگ کسی سیاسی مسئلہ پر زور شور سے بحث و مباحثہ کرتے رہتے اور کسی موقع پر حضرت زور سے فرماتے ''آئیں'' ''آئیں'' اس وقت میں سمجھتا کہ حضرت جی تو یہاں ہیں ہی نہیں)

افطار کی ان تنوعات کے باوجود جو اوپر ذکر کیا گیا حضرت کا افطار کھجور زمزم کے بعد ایک آدھ قاش کسی پھل کی نوش فرما کر ناریل کا پانی نوش فرماتے اور ایک یا آدھی پیالی چائے کی نوش فرماتے لیکن دسترخوان کے ختم ہونے تک وہیں تشریف فرماتے اور کبھی کبھی کوئی مزاحی وتفریحی فقرہ بھی فرما دیا کرتے، آٹھ دس منٹ اس افطار میں لگ جاتے، اس کے بعد حضرت مغرب کی نماز نہایت مختصر پڑھتے اور اس کے بعد دو رکعت نفل نہایت طویل تقریباً نصف گھنٹہ تک پڑھتے اس کے بعد حضرت طویل دعا مانگتے جس میں سارے اہلِ مسجد چاہے مشغول ہوں یا فارغ شرکت کرتے ! اس کے بعد اگر کہیں کھانے کی دعوت ہوتی تو مسجد سے داعی کے مکان پر تشریف لے جاتے ورنہ اپنی قیام گاہ تشریف لے جاتے ! کھانے میں دو دسترخوان ہوا کرتے تھے ایک حضرت اور کے رفقاء کا جو روٹی کھانے کے عادی تھے، اور دوسرا ان مہمانوں کا جو چاول کھانے والے ہوتے تھے، حضرت کے رفقاء میں صاحبزادے مولانا اسعد اور عزیزان ارشد وریحانہ بھی ہوتے، یہ تینوں بھی چاول کھانے والوں میں ہوتے، حضرت مزاحاً ارشاد فرمایا کرتے کہ دو بنگالی میرے پاس بھی ہیں، ان کے لیے بھی چاول پکا دیجیے، دسترخوان پر مختلف قسم کے چاول کثرت سے ہوتے تھے اس لیے کہ مجمع بنگالیوں کا ہوتا تھا اور وہ چاول کے عادی ہیں، پراٹھے کا دستور ہے مگر سادی چپاتیاں نہ معلوم ہیں، نہ کوئی پکانا جانتا ہے ! دسترخوان پر گوشت وغیرہ کے علاوہ کسی میٹھی چیز کا ہونا بھی ضروری ہے، حلوے اور شاہی ٹکڑوں کے علاوہ پپیتے اور پیٹھے کی سویاں اس تکلف سے پکائی جاتیں کہ ادھر کے لوگوں کو اس کی پہچان اور تمیز مشکل ہوتی ! نیپال کی سبز مرچیں تراش کر دسترخوان پر رکھنا بھی ضروری ہوتا ! باوجود اس کے کہ یہ مچھلیوں کا ملک ہے معلوم نہیں کہ مچھلی دسترخوان پر کیوں نہیں ہوتی تھی ! ایک نئی ترکاری بانس کی لائی گئی تھی، تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہاں بانسوں میں ایک گوپھا ہوتا ہے اس کی ترکاری پکائی جاتی ہے ! !

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا عمومی دسترخوان دیو بند میں بھی اور یہاں بھی عرب کے قاعدہ کے موافق ایک بڑے طباق میں ترکاری اور اس کے چاروں طرف حلقہ بنا کر کھانے والے بیٹھتے تھے ! حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے پاس ایک کپڑے میں گرم چپاتیاں لپٹی رہتی تھیں اور حسبِ ضرورت مہمانوں کو مرحمت فرماتے رہتے تھے ! اگر کوئی شخص اپنی رکابی کو بھری ہوئی چھوڑ دیتا تو حضرت اس کو اُٹھا کر اپنے دستِ مبارک سے صاف کر دیتے اور دسترخوان پر گرے ہوئے روٹی کے ٹکڑے اُٹھا کر بے تکلف کھا لیتے تھے جس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو بھی اس کا اہتمام ہو گیا ! حضرت کا معمول دوزانو بیٹھ کر کھانے کا تھا ایک چپاتی بائیں ہاتھ میں دبا لیتے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے توڑ کر کھاتے، سب سے اوّل میں افتتاح کرتے اور سب سے آخر میں فارغ ہوتے، کھانے کے بعد سب مہمان چائے پیتے !

یہ سب تفصیل دعوت کی تھی، اگر کہیں دعوت نہ ہوتی تو حضرت مغرب کی نماز سے فراغ کے بعد سیدھے قیام گاہ پر تشریف لاتے، کھانا پہلے سے تیار ہوتا، تشریف لاتے ہی دو دسترخوان ایک چاول والوں کا اور دوسرا حضرت اور ان کے رفقاء روٹی کھانے والوں کا چونکہ مکان پر کھانے سے جلدی فراغ ہو جاتا اس لیے حضرت کھانے کے بعد چند منٹ بیٹھ جاتے، احباب مختلف گفتگو علمی یا اخباری کرتے رہتے حضرت بھی اس میں شریک ہوتے، اس کے بعد چند منٹ کے لیے حضرت آرام فرماتے ! !

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا مخصوص لہجہ اور ان کی نماز کا خشوع اور خضوع نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب اور حجاز میں بھی ممتاز و مسلم ہے ! سلہٹ میں حضرت نماز اور تراویح کی امامت خود فرماتے اس لیے تراویح کی شرکت کے لیے دور دراز سے روزانہ سینکڑوں آدمی آتے اور تراویح و تہجد کی شرکت فرما کر صبح سب اپنے گھر روانہ ہو جاتے !

(از زکریا: حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی قراءت اور نمازوں کے متعلق جو لکھا لفظ بلفظ صحیح ہے فرائض کی اقتداء تو اس ناکارہ کو سینکڑوں مرتبہ ہوئی ہوگی لیکن ماہِ رمضان میں حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کی کبھی توفیق نہیں ہوئی البتہ تراویح میں دو مرتبہ اقتداء کی نوبت آئی، پہلی مرتبہ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ میں جبکہ حضرت مدنی قدس سرہٗ اِلہ آباد جیل سے رہا ہو کر ۱۴؍ رمضان یکشنبہ کی صبح کو

سہارنپور پہنچے اور اسی وقت دوسری گاڑی سے دیو بند روانہ ہوگئے اور ایک شب دیو بند قیام کے بعد ۲ر شنبہ کی دو پہر کو بارہ بجے دہلی تشریف لے گئے چونکہ اس سال ۲۱ر رجب کی صبح کو چچا جان کا انتقال ہوگیا تھا اس لیے حضرت قدس سرہٗ دہلی پہنچنے کے بعد مغرب کے بعد نظام الدین بسلسلہ تعزیت تشریف لے گئے ، تراویح کے وقت حضرت نے فرمایا جو امام تراویح ہے وہ تراویح پڑھائے ، میں نے عرض کیا کہ کس کی ہمت ہے کہ آپ کے سامنے تراویح پڑھا سکے آج تو آپ ہی کو پڑھانی ہے ، تھوڑی سی ردّ و قدح کے بعد حضرت نے منظور فرمالیا اور اس شب کی تراویح کی امامت حضرت نظام الدین نے فرمائی اور اپنی تراویح کا قرآن جو پہلے سے شروع ہوا ہوا تھا اس میں پارہ چودہ کے نصف سے سورہ بنی اسرائیل کے ختم تک ایک پارہ بیس رکعت میں ایسے اطمینان سے پڑھا کہ لطف آگیا ! !

دوسری مرتبہ دوسرے ہی سال رمضان ۱۳۶۴ھ کی پہلی تراویح حضرت نے سہارنپور کے اسٹیشن پر پڑھائی کہ ۲۹ر شعبان کی شب میں صبح کو چار بجے بخاری شریف ختم ہوئی اور اسی دن شام کو مع اہل وعیال لاری سے دیو بند سے روانہ ہوکر سہارنپور پہنچے اور بارہ بجے کے قریب سہارنپور کے اسٹیشن پر بہت بڑی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی ، اہلِ مدرسہ و اہلِ شہر کی بڑی جماعت جو اپنے اپنے یہاں سے تراویح پڑھ کر اسٹیشن پر پہنچتے رہے اور بہ نیت نفل شریک ہوتے رہے ! !

زکریا کو حضرت نے حکم فرمایا کہ میرے قریب کھڑے ہو ، سامع تمہیں بننا ہے ، میں عرض کیا کہ آپ کو لقمہ دینا آسان تھوڑا ہی ہے ، مجمع میں حافظ بہت ہیں ، اچھے سے حافظ کو لاؤں ، حضرت نے قبول نہیں فرمایا اور اس شب کے استماع کا فخر اس سیہ کار کو حاصل ہوا فقط)

مولوی عبدالحمید صاحب لکھتے ہیں کہ چونکہ مجمع دور دور سے آتا تھا اذان کے بعد ہی مسجد پُر ہوجاتی تھی بعد میں آنے والوں کو جگہ بھی نہیں ملتی تھی ، حضرت کے تشریف لے جانے کے لیے درمیان میں تھوڑی سی جگہ خالی رکھی جاتی ، مسجد میں تشریف لاتے وقت متولی مسجد پانی کا گلاس پہلے سے بھر کر انتظار میں کھڑے ہوتے کہ حضرت مکان سے چائے وغیرہ سے فراغت کے بعد ایک پان کھا کر موٹر میں تشریف فرما ہوتے اور کلی کر کے سیدھے مصلے پر پہنچتے تھے ، کثرتِ ہجوم کی وجہ سے ایک دو مکبر تو ضروری تھے

اور اخیر عشرہ میں کئی کئی مکبر ہو جاتے تھے، تراویح میں ڈھائی پارے قرآن پاک کے اس طرح پڑھتے کہ اوّل چار رکعتوں میں مولوی جلیل سوا پارہ پڑھتے اور اسی سوا پارہ کو سولہ رکعتوں میں حضرت قدس سرہٗ پڑھتے، ترویحہ بہت لمبا ہوتا ! !

حضرت پر تراویح میں قرآنِ پاک پڑھتے ہوئے بعض وقت ایک جوش پیدا ہوتا کہ اس وقت کی لذت تو سننے والے ہی کو معلوم ہے ! تراویح کے بعد بہت طویل دعا ہوتی جس میں حاضرین پر گریہ و بکاء کا ایسا زور ہوتا کہ بسا اوقات ساری مسجد گونج جاتی ! تراویح کے بعد حضرت اپنے رفقاء اور خدام کے ساتھ وہیں چائے نوش فرماتے اور تقریباً دس منٹ بعد حضرت قدس سرہٗ وعظ کے لیے کھڑے ہو جاتے اور لوگ اپنی اپنی مساجد سے تراویح پڑھنے کے بعد حضرت کے وعظ میں شرکت کے لیے مسجد میں آجاتے اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تل رکھنے کی جگہ نہیں رہتی بلکہ لوگ مسجد سے باہر سڑکوں پر کھڑے ہوتے، وہاں آواز نہیں پہنچتی تھی اس لیے آلہ مکبر الصوت کا انتظام کیا گیا اور اس وقت میں وعظ میں شرکت کرنے والوں کو جن کی ہزاروں کی تعداد ہوتی تھی چائے بھی خاموشی سے ملتی رہتی، مگر اس میں آواز بالکل نہ ہوتی تھی اور نہ کوئی ایسا شخص ہوتا تھا جس کو چائے نہ ملی ہو، اتنے حضرت نور اللہ مرقدہٗ اپنی چائے سے فراغت پاتے اتنے میں مجمع بھی چائے سے فارغ ہو جاتا ! یہ وعظ بالکل اصلاحی ہوتا تھا، سیاسیات پر کوئی کلام طویل نہ ہوتا، ایک آدھ لفظ بیچ میں چاشنی کے طور پر آجاتا تھا (لارڈ میکالے اور ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر تو حضرت قدس سرہٗ کے وردِ زبان تھے) حضرت کے وعظ میں پرچہ بھی پہنچتا رہتا اور حضرت اس کو سن کر اس کا جواب بھی تفصیل سے دیتے، جب وسطِ رمضان کے بعد سے حضرت قدس سرہٗ کی طبیعت ناساز ہوگئی تو دوسرے لوگ وعظ کرتے رہے لیکن حضرت قدس سرہٗ باوجود ناسازیٔ طبع کے جب تک وعظ ختم نہ ہوتا وعظ میں تشریف فرما ہوتے ! !

اس کے ایک گھنٹہ بعد وعظ ختم ہو کر مصافحہ کا نمبر شروع ہوتا، باوجود انتظامات کے کار تک پہنچنے میں دیر لگ جاتی، مکان پر تشریف لانے کے بعد ہلکا سا ناشتہ پیش ہوتا جس میں جملہ حاضرین شرکت کرتے ڈیڑھ بجے رات کو یہ مجلس ختم ہو جاتی، اس کے بعد حضرت اپنے حجرہ میں تشریف لاتے، اس میں بھی

بعض مخصوص حضرات سے تخلیہ میں بات کرتے ، اس کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ حضرت آرام فرماتے اور پھر تہجد کے لیے بیدا ہو جاتے ! ! !

(از زکریا: اس کا اس ناکارہ کو بھی بہت ہی کثرت سے تجربہ ہوا ہے کہ میرے حضرت مرشدی سہارنپوری اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہما کی نینداس قدر قابو کی تھی کہ جب سونے کا ارادہ فرماتے ، لیٹتے ہی آنکھ لگ جاتی اور جب اٹھنے کا ارادہ ہوتا بغیر کسی الارم یا جگانے والے کے خود بخود آنکھ کھل جاتی ! میں ان دونوں اکابر کے متعلق آپ بیتی میں کہیں لکھوا بھی چکا ہوں کہ حضرت مرشدی جب اسٹیشن پر تشریف لے جاتے اور معلوم ہو جاتا کہ گاڑی دس منٹ لیٹ ہے تو حضرت فرماتے کہ دس منٹ میں ایک نیند لی جاسکتی ہے اور وہیں بستر ہ کھلوا کر آرام فرماتے اور دس منٹ بعد خود بخود اٹھ جاتے ! اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے متعلق سینکڑوں دفعہ یہ بات دیکھنے کی نوبت آئی کہ میرے مکان پر تشریف لاتے ، آرام فرماتے اور گاڑی چھوٹنے سے آدھ گھنٹہ پہلے اپنے آپ اٹھ جاتے ، میں نے بہت دفعہ کوشش کی کہ آنکھ نہ کھلے ، کوئی آہٹ نہ ہو مگر آدھ گھنٹہ پہلے اٹھ کر فوراً اسٹیشن کے لیے روانہ ہو جاتے ، فقط)

اور ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں تہجد کے لیے تشریف لے جاتے جو لوگ تہجد کی شرکت کے لیے دور دور سے آتے وہ سب حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے پہنچنے سے پہلے ورنہ پہلی رکعت میں ضرور شریک ہو جاتے ! ! تہجد میں دو قرآن کا معمول تھا ایک حضرت نور اللہ مرقدہٗ پڑھتے ، دوسرا مولانا محمد جلیل صاحب ، حضرت تہجد کے لیے تشریف لے جاتے وقت بہت اہتمام کرتے کہ آہٹ نہ ہو اور کسی کی آنکھ نہ کھلے ، مگر لوگ فرطِ شوق میں جاگ ہی جاتے تھے ، نفلوں کے بعد چونکہ سحری کا وقت بہت کم رہ جاتا اس لیے فوراً اسی وقت مکان پر سحری کا دسترخوان بچھ جاتا اور وقت کی تنگی کی وجہ سے جلدی جلدی انگلیاں اور منہ کھانے میں مشغول اور آنکھیں گھڑی پر اور کان مؤذن کی آواز پر ہمہ تن متوجہ رہتے ! اور حضرت سحری سے فراغت کے بعد تھوڑی دیر لیٹ جاتے اور پھر معاً نماز کی تیاری کرتے مسجد تشریف لے جاتے اور اسفار میں نماز ہوتی لیکن اخیر عشرہ میں اعتکاف کے زمانہ میں غلس میں شروع ہوتی اور اسفار تام میں ختم ہوتی ! !

واپس جانے والے حضرات الوداعی مصافحے کرتے اور حضرت اپنی قیام گاہ پر تشریف لاتے اور فوراً لیٹ جاتے ، ایک دو خادم بدن دباتے اور سر مبارک پر تیل ملا جاتا اور حضرت بعض مرتبہ باتیں کرتے کرتے ہی سو جاتے ، رفقاء بھی سب سو جاتے ، حضرت تھوڑی دیر آرام کے بعد استنجاء اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد تلاوتِ قرآن شریف میں مشغول ہو جاتے اور دس بجے سے ان لوگوں کی آمد شروع ہو جاتی جن کو تخلیہ کا وقت دے رکھا تھا، لیکن اس درمیان میں بھی اگر کچھ وقت ملتا تو حضرت قدس سرہٗ تلاوت میں مصروف ہو جاتے اور اسی وقت میں ڈاک بھی تحریر فرماتے ، اس سال چونکہ ڈاک کی ہڑتال تھی اس لیے ۱۰ر رمضان تک تو ڈاک کا سلسلہ بند رہا اور گزشتہ ڈاک جو ساتھ تھی اس کی تکمیل فرماتے رہتے ، لیکن ۱۰ر رمضان کے بعد ڈاک جب شروع ہو گئی تو اس کا انبار لگ گیا تو اس میں بہت وقت خرچ ہونے لگا، اسی درمیان میں جن لوگوں کو کچھ خصوصی بات کرنی ہوتی وہ بھی آتے جاتے ، یہ سلسلہ کبھی کبھی تو ظہر تک چلتا اور اگر کبھی وقت مل جاتا تو ظہر سے پہلے آدھ گھنٹہ آرام فرما لیتے ، اس سال حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی طبیعت بہت ناساز رہی اور وسطِ رمضان سے بخار وغیرہ کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا اس لیے بعض خدام نے اعتکاف کے متعلق استمزاج کیا کہ اعتکاف میں دقت زیادہ ہوگی ، حضرت نے فرمایا کہ نہیں ، اعتکاف کی نیت کر لی ہے چنانچہ مسجد کے ایک کونہ میں حضرت کا معتکف بنا دیا گیا ، لیکن بخار کی شدت کی وجہ سے بسا اوقات دورانِ نماز میں سردی لگ جاتی ، حضرت چادر اوڑھ لیتے ، برقی پنکھے بند کر دیے جاتے اور بعض مرتبہ چائے پی کر اسی طرح نماز میں مشغول ہو جاتے ، اسی طرح بخار ہی کی حالت میں تہجد میں طویل قیام اور لمبی قراءت کرنا پڑتی کیونکہ قیام گاہ پر حضرت کی ناسازیٔ طبع کی وجہ سے چار راتوں میں تہجد کی نماز باجماعت نہیں ہو سکی تھی اس لیے قرآن ختم ہونے کو کافی باقی رہ گیا تھا اس کمی کو اس عشرہ میں پورا کرنا ضروری تھا اس پر مزید یہ کہ مسجد میں قیام اور لوگوں کے ہجوم واژدہام کے باعث رات کے نصف گھنٹے کا وہ سکون اور خاموشی بھی یہاں میسر نہیں تھی جو قیام گاہ پر حاصل تھی اس لیے مشاغل کی زیادتی کے ساتھ آرام کا بھی کوئی خاص موقع نہیں۔

اخیر عشرہ میں ہجوم بہت زیادہ بڑھ گیا تھا، مسجد سے باہر سڑکوں پر بھی آدمی رہتے تھے جس کی

وجہ سے ظہر کے بعد کی درخواستوں میں بھی کافی اضافہ ہوگیا تھا، اسی طرح سے بیعت ہونے والوں کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی اور مخصوص طالبین و سالکین جن کو اپنے مخصوص حالات سنا کر ہدایات لینی تھیں ان کی تعداد تو بہت ہی بڑھ گئی تھی حتی کہ ان کے لیے نمبروار باری مقرر کرنی پڑ گئی، صبح کی نماز سے فارغ ہوکر جانے والوں کے مصافحوں کی بہت کثرت ہوتی اس سے فارغ ہوکر حضرت اپنے معتکف میں تشریف لے جاتے اور تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد جبکہ رات کا جاگا ہوا سارا مجمع گہری نیند سویا ہوا ہوتا حضرت اٹھ کر نہایت آہستہ آہستہ قدم بچا کر استنجاء کے لیے تشریف لے جاتے اور وضو فرما کر اپنے معمولات میں مشغول ہو جاتے ! !

شب قدر کے متوالے چھبیس کی صبح ہی سے مسجد میں آنے شروع ہو جاتے اور ہجوم بڑھتا رہتا، اس لیے کہ عوام میں شبِ قدر کے متعلق مشہور یہی ہے کہ وہ ستائیس کو ہوتی ہے اس لیے مسجد کے آس پاس کی جگہ بھی کھچا کھچ بھر گئی، ظہر کے بعد کی درخواستوں کی اتنی کثرت ہوگئی کہ حد نہیں اور رات کو دم کرنے والی بوتلوں کا ہجوم حضرت کے مصلے کے چاروں طرف پھیل گیا اور جب تہجد کے بعد حضرت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا تو ساری مسجد رونے سے گونج گئی اور خود حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے اوپر جس کیف و سرور کی حالت دیکھی وہ بیان سے باہر ہے۔ شبِ قدر کی تعیین میں حضرت کی مجلس میں مختلف گفتگوئیں شروع ہوئیں راقم الحروف (مولانا عبدالحمید صاحب اعظمی) نے کہا کہ اہل اللہ کو تو شب قدر کے کوائف سارے معلوم ہو جاتے ہیں، معلوم نہیں اس سال اخیر راتوں میں سے کون سی رات میں شب قدر تھی ؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس سال شبِ قدر تیئسوئیں شب میں تھی ! تیسویں رمضان چہار شنبہ کو عید کا چاند دیکھنے کے بعد حضرت شیخ مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر قیام گاہ پر تشریف لے گئے، اس شب میں بھی تہجد کی نماز جماعت سے ہوئی اور حضرت نے اس قدر طویل قیام فرمایا کہ سارے رمضان میں کسی رات میں اتنا طویل قیام تہجد میں نہیں فرمایا ہوگا، صبح کو ٹھیک ساڑھے نو بجے حضرت نے اسی مسجد میں عید کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد عربی زبان میں جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ اصل کتاب میں موجود ہے۔

(آپ بیتی ص ۸۴۰ تا ۸۴۹)

تربیتِ اولاد

قسط : ۱۶

﴿ ازافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

زیرِنظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل ونقل اور تجربہ کی روشنی میں اولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہوکر مرجانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک روحانی وجسمانی تعلیم وتربیت کے اسلامی طریقے اور شرعی احکام بتلائے گئے ہیں ! پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ،عقیقہ، ختنہ وغیرہ امور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مردعورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اوراس کے بعد اس کا مطالعہ اولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے ان شاء اللہ مفید ہوگا۔اس کے مطابق عمل کرنے سے اولاد نہ صرف دنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی ان شاء اللہ ! اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کواس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے ، آمین

سات ہی برس میں نماز پڑھنے کی عادت ڈلوانا چاہیے :

ایک مرتبہ مجھے خیال ہوا کہ حدیث میں جو آیا ہے مُرُوْا صِبْیَانَکُمْ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعًا ''جب بچے سات برس کے ہوجائیں تو ان کو نماز کا حکم دو'' اس حکم میں سَبْعًا (سات برس) کی قید آسانی کے لیے لگادی ہے ورنہ یہ قید ضروری نہیں بلکہ بچہ ہوش والا ہوجائے اس کو نماز پڑھوانا چاہیے اگرچہ سات سال سے کم ہو، یہ خیال کر کے میں نے مدرسہ میں حافظ صاحب سے جو بچوں کو پڑھاتے ہیں ان سے کہا کہ سب لڑکوں سے نماز پڑھوائی جائے خواہ ان کی عمر سات برس ہو یا اس سے کچھ کم ! چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، نماز کے بعد معلوم ہوا کہ ایک لڑکے نے جس کی عمر سات برس سے کم تھی اس نے جائے نماز پر پیشاب کردیا اس وقت سات سال کی تشریع (قید) کی حکمت معلوم ہوئی اور یہ سمجھ میں آیا کہ اس سے پہلے اچھے برے کی تمیز نہیں ہوتی ! واقعی شرعی احکام ایسے ہیں کہ ان کے خلاف کرنے سے

جب نقصان سامنے آتا ہے تب ان کی تشریع کی وجہ (اور حکمت) معلوم ہوتی ہے !

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح گناہ کے کام کرنے میں مفاسد ہیں اسی طرح طاعات میں شریعت سے آگے بڑھنے میں بھی مفاسد ہیں۔ (دعواتِ عبدیت)

بچوں کو روزہ رکھانے کے متعلق کوتاہی :

بعض لوگ خود تو روزہ رکھتے ہیں لیکن بچوں سے ان کے روزہ رکھنے کے قابل ہونے کے باوجود ان سے روزہ رکھانے کی پرواہ نہیں کرتے ! اور بعض لوگ ان کے نابالغ ہونے کو دلیل سمجھتے ہیں لیکن خوب سمجھ لیا جائے کہ بالغ نہ ہونے سے بچوں پر واجب نہ ہونا تو لازم آیا ہے لیکن اس سے یہ معلوم نہیں آیا کہ بچوں کے اولیاء (سرپرست) پر بھی ان سے روزہ رکھوانا واجب نہ ہو، جس طرح نماز کے لیے بالغ نہ ہونے کے باوجود ان کو نماز کی تاکید کرنا بلکہ مارنا ضروری ہے اسی طرح روزہ کے لیے بھی حکم ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ نماز میں (سات برس) عمر کی قید ہے اور روزہ میں قوتِ برداشت پر مدار ہے (یعنی جب روزہ کی تکلیف برداشت کرنے کی قابلیت و طاقت آجائے تو روزہ رکھوانا واجب ہے) اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک دم سے کسی کام کا پابند ہونا دشوار ہوتا ہے اگر بالغ ہونے کے بعد ہی تمام احکام شروع ہوں تو اس پر ایک دم سے بار پڑ جائے گا اس لیے شریعت نے پہلے ہی آہستہ آہستہ اعمال کا عادی بنانے کا قانون مقرر کیا تاکہ بالغ ہونے کے بعد دشواری نہ ہو ! اس قانون کی تنفیذ (یعنی اس پر عمل کرانا) سرپرستوں پر لازم کیا گیا اگر سرپرستوں پر یہ واجب نہ ہو تو اس قانون کا کوئی فائدہ ہی نہ ہوگا

بہت چھوٹے بچوں کے روزہ رکھانے میں ظلم و زیادتی :

بعض لوگوں کو بہت چھوٹے کم سمجھ ناتواں بچہ کو روزہ رکھانے کا شوق ہوتا ہے کچھ تو خود اس روزہ رکھانے کا فخر ہوتا ہے اور کچھ روزہ کشائی میں حوصلہ نکالنے یعنی بچہ کے افطار کی خوشی میں دعوت کرنے کا ارمان ہوتا ہے ! اوّل تو اس کی بنیاد ہی فاسد ہے اور پھر اس میں ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں (مثلاً ریاکاری، شہرت وغیرہ) کہ گناہ میں اضافہ ہوتا ہے !

عبرت ناک واقعہ :

مجھ کو ایک جگہ کا قصہ معلوم ہے کہ اسی طرح ایک بچہ کو روزہ رکھوایا اور اپنا نام اونچا کرنے کے لیے روزہ کشائی (یعنی روزہ کھولنے کی دعوت) کا بہت زیادہ اہتمام کیا ! گرمی کے بڑے سخت دن تھے عصر کے وقت تو بچہ نے جوں توں کر کے کھینچا پھر آخر میں برداشت نہ ہوا اور صبر نے جواب دے دیا ! ٹھنڈے پانی کے مٹکے بھرے رکھے تھے، برف گھولنے کا سامان ہو رہا تھا اس سارے سامان نے آگ بھڑکا دی ! بیچارہ بچہ ایک ایک سے پانی کی خوش آمد کرتا رہا لیکن اگر پانی دے دیتے تو دعوت کا سامان بیکار جاتا اپنا سامان بچانے کے لیے پانی کو جواب دے دیا آخر بچہ سخت بے تاب ہو کر دوڑ کر ایک مٹکے سے جا کر لپٹ گیا اور محبوب سے ملتے ہی روح نے جسم کو چھوڑ دیا ! اس کی نعش زبانِ حال سے کہہ رہی تھی کہ لو بھئی تمہارا سامان تم ہی کو مبارک ہو ہم اپنی جان تمہارے سامان پر فدا کرتے ہیں ! ! کس قدر حسرت ناک ماجرا ہے یہ نتیجہ ہے غلو اور زیادتی کا ! ! کیا اس ہلاکت اور قتل کی نسبت ان ظالموں کی طرف نہ ہوگی ؟

مکتب یعنی بسم اللہ کی رسم کا بیان :

ایک مکتب یعنی بسم اللہ کی رسم ہے جو بڑے اہتمام اور پابندی کے ساتھ لوگوں میں جاری ہے

☆ چار برس چار مہینے چار دن کا ہونا اپنی طرف سے مقرر کر لیا ہے جو بالکل بے اصل ہے پھر اس کی اتنی پابندی کہ چاہے جو کچھ ہو جائے اس کے خلاف نہ ہونے پائے ! اور جاہل لوگ تو اس کو شریعت ہی کی بات سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے عقیدہ میں خرابی اور شریعت میں ایک حکم کا اضافہ کرنا لازم آتا ہے !

☆ دوسری خرابی مٹھائی بانٹنے کی بے حد پابندی ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے جبراً قہراً ضرور کرو ورنہ بدنام ہو ! پھر شہرت اور دکھلاوے کے لیے اور واہ واہ سننے کے لیے کرنا یہ الگ گناہ ہے ! !

☆ بعض لوگ بچے کو اس وقت خلافِ شرع لباس پہناتے ہیں، یہ بھی گناہ ہے۔ مناسب طریقہ یہ ہے کہ جب لڑکا بولنے لگے اس کو کلمہ سکھلاؤ پھر کسی دیندار بزرگ کی خدمت میں لے جا کر بسم اللہ کہلا دو

اوراس نعمت کے شکریہ میں اگر دل چاہے تو بغیر کسی پابندی کے جو توفیق ہو چھپا کر خدا کی راہ میں کچھ خیرات کر دو لوگوں کو دکھلا کر ہرگز مت کرو ! !

☆ اوراس کے قریب قریب قرآن شریف ختم ہونے کے بعد کی رسمیں ہوتی ہیں اور ان میں بھی بہت سی غیر ضروری باتوں کی پابندی کی جاتی ہے اور بہت سی باتیں ناموری کے لیے کی جاتی ہیں ! جیسے مہمانوں کو جمع کرنا، کسی کو جوڑے دینا، وغیرہ (اصلاح الرسوم، بہشتی زیور)

بچوں کو تعلیم کس عمر سے دلانا چاہیے :

رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ ضروری چیز یعنی نماز کے لیے سات برس قرار دیے ہیں ! تو میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہی عمر پڑھنے کے لیے بھی مناسب ہے البتہ زبانی تعلیم اور (دعائیں وغیرہ) یاد کرا دینا یہ پہلے سے بھی جاری رکھیں ! اور چار برس اور چار مہینے اور چار دن تجویز کر کے لوگوں نے اپنی طرف سے رسم مقرر کر لی ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ! (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

بچوں کی تعلیم کا طریقہ :

جب بچہ سیانا ہو جائے تو اس کو نماز کی سورتیں اور دعائیں زبانی یاد کرائے اور نماز پڑھائے اور لڑکی ہو تو اس کو پردہ میں بٹھائے ! اور جب پڑھنے کے قابل ہو جائے تو اس کو کسی ایسے مکتب میں جس کا استاذ شفیق اور دیندار ہو بٹھلا دے ! اور لڑکی ہو تو زنانہ مکتب میں بٹھلا دے مگر جو آج کل زنانہ سکول ایجاد ہوئے ہیں ان کی آب و ہوا (ماحول) اچھی نہیں ان سے بچائے ! !

سب سے پہلے بچہ کو قرآن شریف پڑھوائے ! اگر دماغ متحمل ہو تو حفظ کرانا افضل ہے ورنہ ناظرہ ہی سہی مگر صحیح قرآن پڑھنے والے سے پڑھوائے ! اگر قرآن حفظ کرائے تو قرآن پورا ہونے کے بعد اور اگر ناظرہ پڑھوائے تو نصف قرآن کے بعد ایک ایک سبق دینی کتابوں کا شروع کرا دے اور ان اسباق کے ساتھ تھوڑا سا وقت نکال کر بقدرِ ضرورت کچھ حساب و املاء و انشاء کی بھی مشق ضرور کرا دی جائے کہ ان چیزوں سے دین میں بھی مدد ملتی ہے ! !

اگر اللہ تعالیٰ فراغت دے تو عربی کی تعلیم بھی کرادے (یعنی عالم بنادے) کیونکہ اس زمانہ میں اس کی بڑی سخت ضرورت ہے ورنہ کوئی حلال اور طیب (پاکیزہ) پیشہ کسبِ معاش کے لیے سکھلا دے تاکہ پریشانی سے ہمیشہ محفوظ رہے ! سیانے لڑکے کو علماء و مشائخ کی مجلس میں اپنے ساتھ لے جایا کریں کہ ان حضرات کی صحبت و توجہ کی برکت دین و طاعت میں پختگی کا ذریعہ ہے ! !

بچوں کی تعلیم سے متعلق ضروری ہدایات :

☆ پڑھنے میں بچہ پر بہت محنت نہ ڈالے، شروع میں ایک گھنٹہ پڑھنے کا مقرر کرلے پھر دو گھنٹے پھر تین گھنٹے، اسی طرح اس کی صحت اور طاقت کے مطابق اس سے محنت لیتا رہے، ایسا نہ کرے کہ سارا دن پڑھاتا رہے ! ایک تو تھکن کی وجہ سے بچہ جی چرانے لگے گا پھر زیادہ محنت سے دل و دماغ خراب ہو کر ذہن اور حافظہ میں فتور آجائے گا اور بیمار کی طرح کی سُست رہنے لگے گا پھر پڑھنے میں جی نہ لگائے گا ! !

☆ معمولی چھٹیوں کے سوا سخت ضرورت کے بغیر بار بار چھٹی نہ دلوائیں !

☆ جہاں میسر ہو علم و فن سکھلائیں، ایسے آدمی سے سکھلائیں جو اس میں پورا عالم اور کامل ہو ! بعض آدمی سستا معلم (استاذ) رکھ کر اس سے تعلیم دلواتے ہیں، شروع ہی سے طریقہ بگڑ جاتا ہے پھر درستگی مشکل ہو جاتی ہے !

☆ آسان سبق ہمیشہ تیسرے پہر کے وقت مقرر کریں اور مشکل سبق صبح کو کیونکہ اخیر وقت میں طبیعت تھکی ہوئی ہوتی ہے مشکل سبق سے گھبرائے گی !

☆ بچوں کو خصوصاً لڑکی کو پکانا اور سینا ضرور سکھلاؤ ! (بہشتی زیور)

ہندی انگریزی تعلیم سے پہلے بچہ کو قرآن اور دینی تعلیم پڑھائیں :

سب سے پہلے مسلمان بچہ کو قرآن پڑھانا چاہیے ! کیونکہ تجربہ ہے کہ تھوڑی عمر میں علوم حاصل کرنے کی استعداد تو ہوتی نہیں تو قرآن مفت پڑھا لیا جاتا ہے ورنہ وہ وقت بیکار ہی جاتا ہے

(اس لیے ضروری ہے کہ) دینی تعلیم ہونی چاہیے خواہ اردو میں ہو یا عربی میں مگر انگریزی سے پہلے ہو کیونکہ پائیدار نقش پہلی چیز کا ہوتا ہے ! یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آنکھ کھولتے ہی انگریزی ہی انگریزی میں ان کو لگا دیا جائے۔ اوّل تو قرآن شریف پڑھاؤ اگر پورا نہ ہو تو دس پارے ہی سہی اور اس کے ساتھ ہی روزانہ تلاوت کا بھی اہتمام رکھو ! اور اس کے بعد کچھ رسالے دینی مسائل کے اگرچہ اردو ہی میں ہوں ان کو کسی عالم سے پڑھواؤ ! اور اس کے ساتھ ہی اگر دین کے خلاف کوئی بات پیدا ہو تو فوراً تنبیہ کرو، اگر باز نہ آئے تو انگریزی چھڑا دو ! ! (جاری ہے)

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے ان کے واجبات موصول نہیں ہوئے ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

رحمٰن کے خاص بندے

قسط : ۲۵

﴿ حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری، استاذ الحدیث دارالعلوم دیو بند ﴾

اللہ کی ذات وصفات سے متعلق عقیدہ :

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہیے ؟ اس بارے میں بار بار استحضار کرنے اور مذاکرہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ایمان میں تازگی اور توحید میں مزید پختگی ہوسکے اور فاسد افکار ونظریات کی تردید کی جاسکے چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دیگر معتبر ائمہ عظام نے علماء حق اہلِ سنت والجماعت کا توحید کے بارے میں جو موقف بیان فرمایا ہے اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں

(۱) اللہ تعالیٰ تن تنہا اور اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں !

﴿ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۱۶۳)

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ (سُورۃ اخلاص : ۱)

(۲) وہ سب سے بے نیاز ہے !

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ (سُورۃ الفاطر : ۱۵)

﴿ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴾ (سُورۃ اخلاص : ۲)

(۳) وہ نہ خود جنا گیا اور نہ اس سے کسی کی پیدائش ہوئی !

﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ﴾ (الانعام : ۱۰۱)

(۴) اس کا کوئی ہم جنس نہیں !

﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدًا ﴾ (سُورۃ اخلاص : ۴)

(۵) وہ مخلوقات میں سے کسی چیز کے مشابہ نہیں !

﴿ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ (سُورۃ الانعام : ۱۰۰)

(٦) اور مخلوقات میں سے بھی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں !

﴿ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ﴾ (سُورۃ النحل : ١٧)

﴿ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ﴾ (سُورۃ الشوریٰ : ١١)

(٧) وہ اپنی ذات وصفات کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا !

﴿ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ٢٥٥)

﴿ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ ﴾ (سُورۃ القصص : ٨٨)

﴿ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ﴾ (الرحمن : ٢٦ ، ٢٧)

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ (صحیح مسلم ج٢ ص ٣٤٨)

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ قدیمہ :

ویسے تو اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا احاطہ کرنا کسی مخلوق کے بس میں نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے تمام کمالات کے ساتھ واجب الوجود ہے تاہم ذہن سے قریب کرنے کے لیے علماء اہل سنت نے خاص طور پر درج ذیل آٹھ صفات کو بیان فرمایا ہے جو صفاتِ ذاتیہ قدیمہ میں داخل ہیں ملاحظہ فرمائیں :

(١) صفتِ حیات :

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذاتی اور ازلی صفتِ حیات سے ہمیشہ سے باحیات ہے اور ہمیشہ باحیات رہنے والا ہے ! یہ صفت اس میں کسی غیر کے سبب حاصل نہیں ہوئی بلکہ وہ ذاتی طور پر ہمیشہ سے حیات کی صفت سے متصف ہے اور ہمیشہ رہے گا اس پر موت طاری ہونا قطعاً محال ہے !

﴿ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ٢٥٥)

﴿ وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ ﴾ (سُورۃ الفرقان : ٥٨)

(٢) صفتِ قدرت :

یعنی اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ سے اپنی ازلی اور ابدی قدرت کی بنا پر تمام کائنات پر مکمل قدرت واختیار اور اقتدار حاصل ہے اور ایسا نہیں ہے کہ یہ قدرت پہلے نہ ہو بعد میں حادث ہو، بلکہ ہمیشہ ہمیش

سے وہ قادر مطلق ہے اور قادر مطلق رہے گا، نہ تو کوئی اس کے فیصلہ کو ٹال سکتا ہے اور نہ اسے کوئی عاجز کرسکتا ہے ! زندگی اور موت پر صرف اسی کا اختیار ہے کسی شی کو عدم سے وجود میں لانا یا موجود کو معدوم کرنا پھر معدوم کو دوبارہ وجود میں لانا اس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے ! اسی طرح مخلوق کو روزی دینا یا روزی میں کمی کرنا وغیرہ سب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے !

﴿ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۲۰)

﴿ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ﴾ (الِ عمران : ۴۰)

﴿ اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ﴾ (سُورۃ الانعام : ۹۵)

﴿ وَمَامِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا ﴾ (سُورۃ ھود : ۶)

﴿ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعْجِزَہٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ اِنَّہٗ کَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا ﴾ (سُورۃ الفاطر : ۴۴)

(۳) صفتِ علم :

یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کے اعتبار سے ہمیشہ تمام جزئیات وکلیات، موجودات ومعدومات، ممکنات وغیر ممکنات، کھلی ہوئی یا پوشیدہ، چھوٹی سے چھوٹی یا بڑی سے بڑی ہر چیز کا کامل ومکمل علم حاصل ہے جس میں کمی بیشی تغیر وتبدل کا کہیں سے کہیں تک کوئی امکان نہیں، اس کا علمِ یقینی کائنات کی ہر شے کو محیط ہے ! !

مغیبات کے تمام علوم کی چابی صرف اور صرف اسی کے پاس ہے، اس کے بتائے بغیر کسی کو علمِ یقینی براہ راست بلا سبب ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا حتی کہ فرشتوں اور رسولوں کو بھی صرف اسی قدر علم ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا اس سے زائد ایک ذرّہ بھی کسی کو اپنے طور پر نہیں مل سکتا !

﴿ وَ عِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَۃٍ اِلَّا یَعْلَمُھَا وَ لَا حَبَّۃٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ . وَ ھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ ﴾ (الانعام : ۵۹ ، ۶۰)

﴿ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ (سُورۃ المنافقون : ۱۱)

﴿ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ (سُورۃ الحدید : ۴)

﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ (الحجرات : ۱۶)

﴿ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ (سُورۃ التغابن : ۴)

﴿ اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا ﴾ (سُورۃ الطلاق : ۱۲)

﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴾ (سُورۃ الجن : ۲۶ ، ۲۷)

اسی سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی ذاتی طور پر (عالم الغیب) کی صفت سے متصف نہیں کیا جا سکتا !

(۴) صفتِ کلام :

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ازل سے ابد تک صفتِ کلام سے متصف ہے ! اور کلام سے مراد دراصل وہ مافی الضمیر معانی ہیں جو حروف اور آوازوں کے محتاج نہیں، تاہم اللہ تعالیٰ حسبِ ضرورت مخلوقات کے سامنے اپنی وحی کو براہِ راست یا بواسطہ ملائکہ حروف یا آواز کے ذریعہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ظاہر فرماتا ہے گویا کہ اصلاً کلامِ الٰہی اگرچہ اصوات وحروف سے مبرا ہے لیکن مخلوق کو سمجھانے کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے اسے حروف کا پیراہن عطا فرمایا ہے اس لیے اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ ''قرآن مقدس'' الفاظ وحروف اور معانی دونوں اعتبار سے یقیناً اللہ رب العزت کا بے نظیر و بے مثال معجزانہ کلام ہے جس میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں اور مخلوق اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے !

﴿ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۱ ، ۲)

﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۲۳)

﴿ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۱۶۴)

﴿ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَكْلِیْمًا ﴾ (سُورۃ النساء : ۱۶۴)

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا﴾ (سُورہ بنی اسرائیل : ۸۸)

﴿ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴾ (سُورہ یٰسین : ۵۸)

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کلامِ الٰہی قرآنِ کریم کا تعارف کراتے ہوئے بہت شاندار انداز میں تحریر فرماتے ہیں :

وَاِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ مِنْهُ بَدَا بِلَا كَيْفِيَّةٍ قَوْلًا، وَاَنْزَلَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَحْيًا ، وَصَدَّقَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰی ذٰلِكَ حَقًّا، وَاَيْقَنُوْا اَنَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰی بِالْحَقِيْقَةِ لَيْسَ بِمَخْلُوْقٍ كَكَلَامِ الْبَرِيَّةِ فَمَنْ سَمِعَهٗ فَزَعَمَ اَنَّهٗ كَلَامُ الْبَشَرِ فَقَدْ كَفَرَ، وَقَدْ ذَمَّهُ اللّٰهُ وَعَابَهٗ ، وَاَوْعَدَهٗ بِسَقَرَ، حَيْثُ قَالَ تَعَالٰی ﴿ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ﴾ (المدثر : ۲۶)

فَلَمَّا اَوْعَدَ اللّٰهُ بِسَقَرَ لِمَنْ قَالَ ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ (المدثر : ۲۵)

عَلِمْنَا وَاَيْقَنَّا اَنَّهٗ قَوْلُ خَالِقِ الْبَشَرِ وَلَا يُشْبِهُ قَوْلَ الْبَشَرِ

(العقیقدۃ الطحاویۃ ص ۱۰۲ مؤسسۃ المختار القاھرۃ)

یقیناً قرآن پاک اللہ کا کلام ہے جو اس سے بلا کیف قولاً ظاہر ہوا اور اس نے اس کو اپنے رسول پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا اور اہل ایمان نے اس کے حق ہونے کی تصدیق کی اور اس بات پر یقین کیا کہ وہ حقیقتاً اللہ ہی کا کلام ہے، وہ مخلوقات کے کلام کی طرح مخلوق نہیں ہے ! پس جس نے قرآن سن کر یہ دعویٰ کیا کہ وہ انسان کا کلام ہے تو وہ کافر ہو گیا اور ایسے شخص کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذمت اور تنقیص فرماتے ہوئے اسے دہکتی ہوئی جہنم کی آگ کی وعید سنائی ہے ! چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ ''میں اسے دہکتی ہوئی آگ میں ڈالوں گا'' پس جب اس شخص کے لیے جو یہ کہتا ہو کہ ''قرآن تو صرف ایک انسان کی بات ہے'' اللہ نے جہنم کی وعید سنائی ہے تو ہم کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ قرآن پاک انسانوں کے خالق کا کلام ہے اور کسی مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں ہے !

(۵) صفتِ سمع :

یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنی ذاتی صفت سماعت سے حروف اور آوازوں کا سننے والا ہے جب کوئی سننے والا نہ تھا جب بھی وہ سننے والا تھا ! اور جب مخلوق میں سے کوئی سننے والا نہ رہے گا پھر بھی اللہ تعالیٰ سننے کی صفت سے متصف رہے گا ! اس کی سماعت کا مدار نہ تو کسی عضو یا آلہ پر ہے اور نہ وہ کسی سنانے والے یا سننے والے کا محتاج ہے ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾

(۶) صفتِ بصر :

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو دیکھنے والا ہے اور اس کے دیکھنے کے لیے ان اسباب کی قطعاً ضرورت نہیں ہے جو مخلوق کے دیکھنے کے لیے ضروری ہیں مثلاً آنکھ کا ہونا یا اجالے کا ہونا وغیرہ بلکہ اللہ تعالیٰ بلا کسی سبب کے ذاتی اعتبار سے صفتِ بصارت سے کامل طور پر متصف ہے کوئی بھی چیز اس کے لیے بصارت سے کہیں بھی مانع نہیں ہے ! اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بصیر ہونا نظر آنے والی شے کے وجود پر موقوف نہیں ہے بلکہ جب کائنات میں کوئی شے قابل رویت نہ تھی جب بھی اللہ تعالیٰ کامل طور پر دیکھنے والا تھا ! اور اگر اس کی ذات کے علاوہ کچھ بھی نہ رہے پھر بھی وہ دیکھنے کی صفت سے متصف رہے گا ! الغرض وہ ازل سے ابد تک بلا کسی مانع کے مکمل طور پر دیکھنے والا رہا ہے اور رہے گا

(۷) صفتِ ارادہ ومشیت :

یعنی کائنات میں پیش آمدہ مثبت یا منفی امور سب کے سب اللہ تعالیٰ کی صفتِ ارادہ ومشیت کے تابع ہیں اس کے ارادہ کے بغیر کائنات میں کوئی بھی عمل (خواہ وہ شریعت میں مطلوب ہو یا ممنوع) ہرگز وجود میں نہیں آسکتا حتی کہ ساری مخلوقات اگر کسی ساکن ذرّہ کو متحرک کرنے یا متحرک کو ساکن کرنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کے بغیر وہ حرکت یا سکون پر قطعاً قادر نہ ہوں گے !

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴾ (سُورة البقرة : ۲۵۳)

﴿ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴾ (سُورہ ھود : ۱۰۷)

﴿ وَمَا تَشَآؤُنَ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ (سُورة التكوير : ۲۹)

البتہ اہلِ سنت والجماعت ارادۂ خداوندی کو دو قسموں پر تقسیم فرماتے ہیں :

(الف) ارادۂ قدریہ کونیہ :

اس ارادہ کا تعلق مطلقاً بلا کسی تفصیل تمام حوادثاتِ عالم سے ہے چاہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اعمال وحوادث پسندیدہ ہوں یا نہ ہوں ! اس ارادہ کے اعتبار سے ہدایت اور ضلالت دونوں ارادۂ خداوندی کے تابع ہیں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے

﴿ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ﴾ (سُورۃ الانعام : ۱۲۵)

پس اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ فرماتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ رکھنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے گویا کہ وہ آسمان میں چڑھا چلا جا رہا ہو۔

(ب) ارادۂ دینیہ امریہ شرعیہ :

یعنی ان امور کا ارادہ فرمانا جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت متعلق ہے جیسے فرمایا گیا :

﴿ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۱۸۵)

''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ سہولت کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تم کو تنگی میں نہیں ڈالنا چاہتا''

پس شریعت کے تمام مامورات اسی ارادہ کے تحت آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا سبب ہیں

(۸) صفتِ تکوین :

یعنی کائنات کو وجود بخشنے یا معدوم کرنے یا قائم رکھنے وغیرہ میں اصلاً اللہ تعالیٰ کی صفت تکوین مؤثر ہوتی ہے، یہ صفت اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ قدیمہ میں داخل ہے اور اس کے تحت وہ تمام امور آتے ہیں جو تدبیر کائنات اور ایجاد سے متعلق ہیں مثلاً مخلوق کی روزی کا انتظام یا زندگی اور موت یا دیگر انقلاباتِ عالم وغیرہ اس لیے اس صفت کو صفتِ فعلیہ سے بھی تعبیر کر دیا جاتا ہے !

﴿اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ﴾ (سُورہ یٰسین : ۸۲)

(باقی ص ۵۴)

حضرت امام حسینؓ اور ماہِ محرم الحرام

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

(بیان : ۷؍محرم الحرام ۱۴۴۱ھ / ۷؍ستمبر ۲۰۱۹ء)

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ
وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَّ اعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴾ [1]

میرے محترم عزیز طلبہ وطالبات ! اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی پیغمبر بھیجے ان تمام پیغمبروں میں سب سے افضل نبی اور سب سے افضل پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں ! تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سب سے افضل، سب سے اعلیٰ اور اللہ تعالیٰ کے سب سے مقرب نبی حضرت محمد ﷺ ہیں ! حضرت محمد ﷺ سعودی عرب کے ایک مقدس شہر مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ کو معلوم ہوگا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ و السلام کے پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ کے والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا تھا، حضور جب پیدا ہوئے تو والدہ محترمہ نے اس زمانہ کے دستور کے موافق حضور علیہ السلام کی تربیت کے لیے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ طائف سے ذرا آگے ان کے گاؤں بھیج دیا، حضور علیہ السلام کافی عرصہ ان کے یہاں رہے، جب آپ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا حضور علیہ السلام ابھی صرف چھ سال کے تھے پھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں آگئے، دو سال ان کی پرورش میں رہے، آٹھ برس کے ہوئے تو دادا کا بھی انتقال ہو گیا، حضور علیہ السلام سے کسی نے آپ کے دادا کے متعلق پوچھا تھا کہ آپ کو ان کا کچھ نقشہ یاد ہے تو آپ نے فرمایا ''ہاں جب دادا کا انتقال ہوا اور لوگ ان کو لے جا رہے تھے تو میں بھی لوگوں کے ساتھ روتا ہوا جا رہا تھا'' پھر آپ اپنے چچا ابو طالب کی پرورش میں آگئے ابو طالب کے یہاں غربت بہت تھی حضور علیہ السلام

[1] سُورة البقرة : ۳۶

نے اپنا بوجھ ان پر ڈالنا مناسب نہیں سمجھا لہٰذا آپ خود بکریاں چرانے لگ گئے اور بکریاں چرا کر جو کچھ آپ کو ملتا اس کو اپنے اوپر خرچ کرتے اور گزر بسر کرتے ، اس طرح ایک طویل عرصہ گزر گیا ، پچیس برس کی عمر میں حضرت خدیجة الکبرٰی رضی اللّٰہ عنہا سے آپ کی شادی ہوئی ، حضرت خدیجہؓ مکہ مکرمہ کی ایک امیر کبیر خاتون تھیں اور ان کا تجارت کا مشغلہ تھا ، حضور ان کا مالِ تجارت ملک شام لے جاتے رہے ، اللہ نے آپ کی تجارت میں برکت دی ، حضرت خدیجة الکبرٰی رضی اللّٰہ عنہا نے حضور علیہ السلام پر اپنی دولت کو نچھاور کیا ! اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہؓ سے حضور علیہ السلام کو چار بیٹیاں اور دو بیٹے دیے ، دو بیٹے قاسمؓ اور عبداللہؓ تھے جو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے (عبداللہ کو طیب و طاہر بھی کہتے ہیں) چار بیٹیوں میں سب سے بڑی بیٹی زینب ، ان کے بعد رقیہ ، ان کے بعد اُم کلثوم اور ان کے بعد حضرت فاطمة الزہرا ہوئیں رضی اللّٰہ عنھن .

حضرت زینبؓ کی شادی حضور علیہ السلام نے ابوالعاص بن ربیع سے کی جو حضرت زینبؓ کے خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمان غنیؓ سے کی ، لیکن حضرت رقیہؓ کا انتقال بہت ہی جلد ہو گیا غالبًا دو ہجری میں ، حضور علیہ السلام کو اپنی صاحبزادی کے انتقال کا بہت غم تھا ، آپ نے ان کے لیے بہت دعائیں کیں ، ادھر ایسا ہوا کہ حضرت عثمانؓ کو اہلیہ کے فوت ہونے کا بڑا ہی صدمہ ہوا وہ روتے تھے کسی نے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں ؟ ایسی کون سی بات ہے ؟ آپ کے لیے کیا کمی ہے ؟ تو حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا : میں اس لیے روتا ہوں کہ میرا خاندانِ نبوت سے رشتہ کٹ گیا ! حضور علیہ السلام کی صاحبزادی میری اہلیہ تھیں ، اب اہلیہ کے فوت ہونے سے حضور علیہ السلام کے ساتھ میرا جو خاندانی رشتہ تھا وہ ختم ہو گیا اس لیے روتا ہوں ! !

کسی نے جا کر حضور علیہ السلام کو بتا دیا کہ عثمان تو اس طرح غمگین ہیں اور روتے ہیں ، حضور علیہ السلام نے حضرت عثمانؓ کو بلایا اور اپنی تیسری صاحبزادی اُمِ کلثومؓ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا اور یہ فرمایا

''عثمانؓ اگر اللہ نے مجھے سو بیٹیاں دی ہوتیں اور ایک کے بعد ایک فوت ہوتی جاتیں
تو میں سو کی سو کا تمہارے ساتھ نکاح کر دیتا''

حضرت عثمانؓ سے حضور علیہ السلام اس قدر زیادہ خوش تھے، حضرت عثمانؓ نے حضور علیہ السلام کو اتنا زیادہ خوش رکھا تھا بہرحال یہ جو دو صاحبزادیاں تھیں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں ! اچھا یہ بات بھی ذہن میں رکھنا کہ یہ تینوں صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، رقیہؓ اور اُمِ کلثومؓ یہ سب حضور کی زندگی ہی میں فوت ہو گئی تھیں، حضور علیہ السلام کے انتقال سے پہلے ہی ان تینوں کا انتقال ہو گیا تھا، اب صرف حضرت فاطمہؓ رہ گئیں جو آپ کی چوتھی صاحبزادی تھیں !

آپ کو معلوم ہوگا کہ حضور نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ سے کیا تھا، حضرت فاطمۃ الزہراءؓ حضور کی لاڈلی صاحبزادی تھیں اور حضور علیہ السلام ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے ! حضور علیہ السلام جب سفر پر جاتے تو سب سے مل کر جاتے اور سب سے اخیر میں حضرت فاطمۃ الزہراءؓ سے ملتے اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمۃ الزہراءؓ سے ملتے کیونکہ حضرت فاطمہؓ سے تعلق حضور علیہ السلام کو بہت زیادہ تھا، آپ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا

فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ [1]

فاطمہ تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے یعنی اسے اگر کوئی ستاتا ہے تو وہ مجھے ستاتا ہے، حضور علیہ السلام حضرت فاطمہؓ سے بہت زیادہ محبت اور تعلق رکھتے تھے، ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے بارے میں فرمایا :

فَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ [2] فاطمہؓ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں

حضرت فاطمہؓ کے لیے یہ کتنی بڑی سعادت کی بات ہے کہ حضور علیہ السلام ان کو جنتی عورتوں کی سردار کہہ رہے ہیں ! ہمیں اگر صرف اتنا ہی پتہ چل جائے کہ ہم جنتی ہیں تو ہمارے لیے کس قدر خوش نصیبی کی بات ہوگی چہ جائیکہ حضور علیہ السلام یہ فرما رہے ہیں کہ فاطمہ صرف جنتی نہیں بلکہ جنتی عورتوں کی سردار ہے ! یہ ان کے لیے بہت خوش نصیبی اور سعادت کی بات ہے ! حضرت فاطمۃ الزہراءؓ حضور علیہ السلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھی، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا جذبہ تھا کہ وہ ان سے نکاح کر لیں

---

[1] مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۶۱۳۹ ص ۵۶۸ [2] مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۶۱۷۱ ص ۵۷۱

لیکن حضور علیہ السلام نے ان کو جواب دیا کہ نہیں فاطمہ چھوٹی ہے تمہاری عمریں بڑی ہیں پھر ان دونوں بزرگوں نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا کہ تم حضور سے بات کرو، حضرت علیؓ شرماتے بھی تھے اور گھبراتے بھی تھے لیکن ان کے حوصلہ دلانے پر بات کی تو حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کر دیا

حضرت علیؓ کا نکاح :

یہ نکاح اتنی سادگی کے ساتھ ہوا کہ سن کر بھی حیرانی ہوتی ہے، حضور علیہ السلام کی شخصیت ایسی تھی کہ اگر آپ چاہتے تو مکہ کے پہاڑ سونے کے بن کر آپ کے ساتھ چلنے لگتے ! حضور علیہ السلام اگر چاہتے تو آپ کو بڑے بڑے بنگلے محلات مل جاتے لیکن آپ نے کسی چیز کی خواہش نہیں کی ! حضرت علیؓ سے کہا : تم مہر فراہم کرو ! حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے کہ حضور علیہ السلام یوں فرماتے ہیں، حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ سے بہت زیادہ تعلق رکھتے تھے کیونکہ حضرت علیؓ حضور علیہ السلام کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور حضور علیہ السلام نے ان کی پرورش بھی کی تھی اور حضور علیہ السلام کو ان سے تعلق بھی بہت زیادہ تھا ! تو حضرت عثمان غنیؓ کے پاس جب وہ گئے تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ اپنی زِرہ بیچی، زِرہ اس زمانہ میں لوہے کی قمیص ہوتی تھی جو جنگوں میں پہنتے تھے تاکہ تیر اور تلوار کے وار سے بچ سکیں، حضرت عثمانؓ نے وہ زِرہ خرید لی اور پیسے دے دیے، معاملہ ختم ہو گیا ! !

جب حضرت علیؓ جانے لگے تو حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علیؓ کو وہ زِرہ بھی واپس کر دی کہ

''علیؓ میں خوشی سے تمہیں یہ زِرہ بھی واپس کر رہا ہوں یہ تم لے جاؤ''

حضرت علیؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لاکر مہر رکھا، حضور علیہ السلام نے مہاجرین و انصار و دیگر بڑے صحابہ کو بلاکر عصر کے بعد مسجد نبوی میں نکاح کر دیا ! دیکھو کوئی وہاں پر ڈھول ڈھمکے نہیں، کوئی وہاں تماشہ نہیں، کوئی کچھ نہیں، اللہ کے نبی نے کائنات کی شہزادی کا نکاح اور جنت کی عورتوں کی سردار کا نکاح اتنی سادگی کے ساتھ کیا کہ سن کر بھی حیرت ہوتی ہے، حضور علیہ السلام نے صحابہ کی موجودگی میں خود نکاح پڑھا دیا، جب رات ہوئی تو آپ نے اپنی باندی اُمِ ایمن کے ساتھ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو حضرت علیؓ کے گھر بھیج دیا اور فرمایا کہ مناسب نہیں ہے کہ یہ اب میرے پاس رہے،

چنانچہ ان کو حضرت علیؓ کے پاس بھیج دیا اور پھر وہ دونوں نہایت خوشی کے ساتھ اور نہایت ہی پیار و محبت کے ساتھ رہنے لگ گئے ! ! !

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے باوجودیکہ وہ کائنات کی شہزادی تھیں حضرت علیؓ کی خدمت میں ذرّہ برابر بھی کوتاہی نہیں کی ! حضرت فاطمۃ الزہراءؓ گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں، پینے کا پانی خود بھر کر لے آتی تھیں، چکی میں آٹا خود پیس لیتی تھیں، روٹیاں خود پکا لیتی تھیں اور سالن وغیرہ جو پکانا ہوتا وہ خود پکا لیتی تھیں، حضرت فاطمۃ الزہراءؓ سے حضرت علیؓ کی خدمت جس قدر ہو سکتی تھی وہ کرتی تھیں ! !

اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہؓ کو تین بیٹے دیے اور تین بیٹیاں دیں ! حضرت فاطمہؓ کے سب سے بڑے بیٹے تھے حضرت حسنؓ، دوسرے بیٹے تھے حضرت حسینؓ، تیسرے بیٹے تھے حضرت مُحَسِّنؓ ! مُحَسِّنؓ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے اس لیے ان کو کوئی بھی نہیں جانتا، دو بیٹے رہ گئے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور تین بیٹیاں تھیں، بڑی بیٹی زینبؓ اس کے بعد رقیہؓ اور اس کے بعد اُمِ کلثومؓ ! ! ! حضور علیہ السلام کو اِن نواسوں کے ساتھ اس قدر تعلق تھا کہ جب یہ پیدا ہوئے تو حضور نے خود بنفسِ نفیس ان کے کان میں اذان دی، کتنی بڑی سعادت تھی نواسوں کے لیے کہ اللہ کے سب سے لاڈلے نبی ان کے کان میں اذان دے رہے ہیں ! حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ سے ان کا عقیقہ بھی کروایا، حضرت علیؓ سے پوچھا کہ بھئی تم نے ان کا کیا نام رکھا ہے ؟ تو پہلے حضرت حسنؓ پیدا ہوئے تھے حضرت علیؓ نے کہا انہوں نے اس کا نام ''حرب'' رکھا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ حرب نہیں ہے یہ حسنؓ ہے ! ''حرب'' کے معنی ہوتے ہیں لڑائی کے، پھر سال بعد حضرت حسینؓ پیدا ہوئے تو پھر حضور علیہ السلام تشریف لائے، پوچھا بچے کا نام کیا رکھا ؟ انہوں نے کہا میں نے اس کا نام ''حرب'' رکھا ہے فرمایا ''یہ حرب نہیں ہے، یہ حسینؓ ہے'' حضور علیہ السلام کو اِن سے اتنی محبت تھی خود نام رکھا خود اِن کے کان میں اذان دی حضور نے ان کے عقیقے کا باقاعدہ حکم دیا کہ ان کا عقیقہ کرو ! حضور علیہ السلام ان سے اتنا پیار کرتے تھے کہ کبھی کبھی خود اپنے نواسوں سے ملنے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے ! آپ ان کو اپنی گود میں لیتے تھے اور کبھی کبھی نواسے بلکہ شہزادے حضور کے کندھے مبارک پر بھی چڑھ

جاتے تھے ! ایک دفعہ ایک صحابی نے دیکھا کہ حضرت حسنؓ حضور علیہ السلام کے کندھے پر سوار ہیں تو وہ کہنے لگے میاں کیا عمدہ سواری تم کو ملی ہے ! ! ؟ کیسی عالی شان سواری ہے تمہاری ! ! ؟

تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

''ہاں اگر سواری عالی شان ہے تو سوار بھی عالی شان ہے'' [1]

اس سے حضرت حسنؓ سے محبت کا پتہ چلتا ہے حضور علیہ السلام نے ان دونوں شہزادوں کے بارہ میں فرمایا اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّةِ [2] ''حسن اور حسین دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں'' حضور علیہ السلام نے ان کی یہ منقبت بیان کی ، حضور علیہ السلام ان سے بہت تعلق رکھتے تھے ، بہت پیار کرتے تھے، پھر دیکھیے حضور علیہ السلام نے کچھ پیشین گوئیاں بھی فرمائیں تھیں، حضور علیہ السلام کو زندگی میں ہی بتلا دیا گیا تھا کہ حسینؓ راہِ حق میں شہید ہوں گے ! !

ترتیبِ خلافت :

آپ کو معلوم ہوگا کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد سب سے پہلے خلیفہ کون بنے ؟ حضرت ابوبکرؓ، ان کے بعد حضرت عمرؓ، ان کے بعد حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد حضرت علیؓ، حضرت علیؓ جب خلیفہ بنے تو آپ کا دارالخلافہ پہلے مدینہ طیبہ تھا آپ نے دارالخلافہ منتقل کر کے کوفہ بنا لیا تھا اور وہاں بود و باش اختیار کر لی تھی کیونکہ حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں مدینہ طیبہ میں خاصا اختلاف اور انتشار پیدا ہوا تھا، قتل وقتال تک بھی نوبت آگئی تھی تو حضرت علیؓ چاہتے تھے کہ حضور علیہ السلام کے شہر کی بے حرمتی نہ ہو ! اس لیے آپ نے اپنا دارالخلافہ کوفہ منتقل کر لیا اور وہاں پر رہنے لگ گئے ! حضرت علیؓ نے وہاں پر چار برس حکومت کی، ۳۶ھ میں آپ خلیفہ بنائے گئے اور ۴۰ھ میں آپ کو شہید کر دیا گیا ! حضرت علیؓ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ خلیفہ بنائے گئے لیکن ان کی خلافت صرف چھ مہینے رہی ! اس کے بعد انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ سے جن کی خلافت دمشق میں قائم تھی ان کے ساتھ صلح کر لی !

---

[1] مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۶۱۷۲ ص ۵۷۱ [2] مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۶۱۷۱ ص ۵۷۱

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح :

یہاں یہ بات سمجھتے چلیں کہ آپ نے یہ صلح کوئی مجبوراً نہیں کی تھی بلکہ اس صلح کی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی حدیث میں آتا ہے :

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایسے ہوا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر شریف پر بیٹھے دیکھا آپ کے نواسے حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھنے لگتے اسی دوران آپ نے فرمایا

اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ [1]

''میرا یہ بیٹا سردار ہے مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادیں گے''

اس پیشین گوئی کا ظہور ہوا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور خلافت کے امور کو ان کے حوالہ کردیا، (سب کو لے کر) مدینہ طیبہ آگئے اور گوشہ نشینی اختیار کرلی ! !

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت :

تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی کے ذریعہ سے زہر دلوا کر شہید کر دیا گیا ! اس طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، لگتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو شہید کرانے والے وہ لوگ تھے جنہیں یہ صلح پسند نہیں تھی، خیر اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ رہ گئے، محسن رضی اللہ عنہ تو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس طرح سے شہید کرا دیا گیا ! ۶۰ ر ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ! !

یزید کا دعوی خلافت :

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد یزید نے خلافت کا دعوی کیا اور اس نے زور و زبردستی چاہا کہ اہلِ مدینہ بھی اس کی خلافت کو مانیں لیکن اہلِ مدینہ نے مزاحمت کی اور انہوں نے

---

[1] مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۶۱۴۴ ص ۵۷۱

انکار کیا ! حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ جو جلیل القدر صحابی تھے انہوں نے اس حکم کی مخالفت کی اور بیعت نہیں کی ! اس وقت چونکہ اموی حکومت تھی انہوں نے زور وزبردستی چاہا کہ ان لوگوں سے بیعتِ خلافت لیں، جب ان حضرات کو پتہ چلا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مکہ چلے گئے ! حضرت حسینؓ بھی مکہ چلے آئے، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنی خلافت کا اعلان کر دیا، حضرت حسینؓ وہاں رہ رہے تھے، کچھ لوگوں نے حضرت حسینؓ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ مکہ مکرمہ ہی میں رہیں، آپ اِدھر اُدھر کہیں نہ جائیں ! لیکن ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہیں ! !

کوفہ سے آنے والے خطوط :

اِدھر کوفہ سے حضرت حسینؓ کو خطوط آنے شروع ہو گئے کہ آپ مکہ مکرمہ سے ہمارے ہاں تشریف لے آئیں، آپ کے والد نے اس کو دارالخلافہ بنایا تھا اخیر زندگی تک وہ یہیں رہے تھے اور یہاں آپ کے بہت سے حامی آپ کو ملیں گے جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور آپ پھر صحیح معنی میں اسلامی حکومت قائم کر سکیں گے، حضرت حسینؓ کو بہت سارے خطوط اہلِ کوفہ کی طرف سے ملے، حضرت حسینؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جو خطوط آرہے ہیں ان کی تحقیق بھی کر لینی چاہیے کہ جو کچھ ان میں لکھا ہے وہ صحیح بھی ہے یا ایسے ہی زبانی جمع خرچ ہے ؟ تو انہوں نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؒ کو بھیجا کہ آپ جائیں اور وہاں کے حالات کی تحقیق کریں ! حضرت مسلمؒ نے جب وہاں جا کر حالات کا جائزہ لیا تو وہاں کے حالات شروع شروع میں بڑے سازگار معلوم ہوئے اور لوگوں نے دھڑا دھڑ ان کے ہاتھ پر بیعت کی، کئی ہزار لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے، حضرت مسلم بن عقیلؒ نے حضرت حسینؓ کو یہ حالات لکھے لیکن اس وقت آپ کو معلوم ہے کہ یزید کی حکومت تھی اور یزید کو ان حالات کا پتہ چل رہا تھا، یزید نے سخت گیری اور سختی کے ساتھ ان حالات سے نمٹنے کا سوچا ! ! !

ابنِ زیاد کی بطورِ گورنر تقرری :

چنانچہ اس نے حضرت نعمان بن بشیرؓ کو جو ایک جلیل القدر صحابی اور وہاں کے گورنر تھے ان کو ہٹا دیا اور ان کی جگہ عبیداللہ بن زیاد جو خاندانِ نبوت کا شدید مخالف اور دشمن تھا اس کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا ! اب شروع کے حالات تو اچھے تھے لیکن بعد کے حالات اس قدر ناگفتہ بہ ہوئے کہ ان لوگوں نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کا جینا دوبھر کر دیا ! !

حضرت مسلمؓ نے حضرت امام حسینؓ کو خط لکھا کہ آپ یہاں نہ آئیں، یہاں کے حالات اچھے نہیں، لوگ بھی اچھے نہیں ! لیکن محسوس ایسا ہوتا ہے کہ حضرت حسینؓ کو یہ خط بعد میں ملا جبکہ حضرت حسینؓ اپنے گھر کے بہتر (۷۲) افراد لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے ! حضرت حسینؓ روانہ ہوئے تو ان کو راستہ میں پتہ چلا کہ ان کے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو شہید کر دیا گیا ! حضرت حسینؓ نے چاہا کہ یہیں سے واپس ہو جائیں لیکن حضرت مسلم بن عقیلؓ کے ورثا کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہمارے اتنے بڑے آدمی کو شہید کر دیا گیا اور اب ہم یوں ہی واپس چلے جائیں ؟ نہیں ہم تو جہاد کریں گے ان لوگوں کے خلاف اور ان سے ان کا بدلہ لیں گے ! حضرت حسینؓ اللہ کا نام لے کر چلے کہ جو حالات ہوں گے دیکھ لیں گے ! ان کے پیشِ نظر یہی تھا کہ یہ حکومت حکومتِ عادلہ نہیں ہے اور یہ حکومت ہمارے نانا کے دین کو خراب کر رہی ہے، نانا کے دین کی اصلاح کی غرض سے ہمیں حکومت بدلنی چاہیے ! حضرت حسینؓ آگے بڑھتے رہے اور یزید ان کا گھیرا تنگ کرتا رہا اور یہی چاہتا رہا کہ کسی طرح سے ان کو گرفتار کر لے، اس نے سب سے سخت گورنر لگایا اور اس کے بعد اس گورنر نے فوج کے جو سب سے سخت کمانڈر تھے ان کو بھیجا کہ جاؤ ان سے جا کر کہو کہ

" یا تو اپنے آپ کو ہمارے حوالہ کر دیں یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں "

حضرت حسینؓ کی رگوں میں حضرت علیؓ حیدرِ کرار شیرِ خدا کا خون دوڑ رہا تھا ! انہوں نے کہا کہ نہیں ہم اپنے آپ کو تمہارے حوالہ نہیں کریں گے اور اگر تم جنگ بھی مسلط کرتے ہو تو ٹھیک ہے جنگ کریں گے !

لیکن کوشش یہی کرتے رہے کہ جنگ کی نوبت نہ آئے چونکہ آپ اس ارادہ سے نہیں آئے تھے !

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تین باتیں :

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو تین باتیں پیش کیں فرمایا :

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ میں جہاں سے آیا ہوں مجھے ادھر واپس جانے دو !

(۲) اگر یہ منظور نہیں تو پھر مجھے یزید کے پاس جانے دو میں اس سے جا کر خود اپنا معاملہ نمٹا لوں گا !

(۳) اور تیسری بات یہ ہے کہ مجھے اسلامی سرحدات پر بھیج دو میں وہاں جا کر اسلام کے لیے جہاد کرتا رہوں گا !

شِمر کا بھڑکانا :

قریب تھا کہ ان باتوں پر صلح ہو جاتی لیکن شمر نے بیچ میں پڑ کر ابن ِزیاد کو بھڑکایا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف سخت ایکشن لینے کو کہا ! ابن ِزیاد شمر کی باتوں میں آگیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر سختی کرنے لگا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ یہ شخص ہمارے ساتھ مصالحت کے بجائے مخالفت پر کمر بستہ ہے اور اس کا ارادہ ہر حال میں جنگ کا ہے تو آپ نے اپنے گھر والوں کو وصیتیں کیں حوصلہ دلایا اور بعد میں پیش آنے والے حالات میں صبر و تحمل سے کام لینے کو کہا ! !

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت :

بالآخر ایک دن ایسا آیا کہ یزیدی فوجیوں کا لشکر چار ہزار کی تعداد میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑا، انہوں نے ان پر حملہ کیا جس سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے اور ان کے ساتھ جو اِن کے خاندان کے افراد آئے تھے وہ بھی شہید ہوئے، بچے بھی شہید ہوئے، بوڑھے بھی شہید ہوئے، اسی پر بس نہیں ان کے ساتھ یزیدی فوجیوں نے بڑا ہی ظالمانہ روّیہ اختیار کیا، ان کے سر کاٹے اور ان کی نعشوں کی بے حرمتی کی ! لیکن اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہوئی کہ جس جس نے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ظلم و زیادتی کا معاملہ کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسی سخت سزائیں دیں کہ دنیا نے ان کی سزاؤں کو

دیکھ کر عبرت پکڑی، اللہ نے ایسا ان کو شکنجہ میں کسا اور دنیا میں ایسی سزا دی کہ وہ بچ نہیں سکے ایک ایک کر کے مارا گیا ! !

آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت حسینؓ کی شہادت سجدہ کی حالت میں ہوئی حضرت حسینؓ سجدہ میں تھے کہ آپ کے سرِ اَقدس کو کاٹ دیا گیا اس وقت آپ کا روزہ بھی تھا، روزہ اور نماز کی حالت میں آپ کو شہید کیا گیا اور حضرت حسینؓ نے حق کے راستہ میں اللہ کے لیے اپنی جان قربان کر دی ! جس دن حضرت حسینؓ کو شہید کیا گیا یہ دن دس محرم کا دن تھا ! ! !

دس محرم کی فضیلت :

اور دیکھو جیسے جمعہ کے دن کو بڑی فضیلت حاصل ہے اسی طرح سے دس محرم کو بھی بڑی فضیلت حاصل ہے ! چنانچہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم جب دنیا میں تشریف لائے تھے تو وہ بھی دس محرم کا دن تھا ! اور قیامت جب آئے گی تو وہ بھی دس محرم کا ہی دن ہوگا اور جمعہ کا دن ہوگا ! حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے : دس محرم کا دن ایسی فضیلت کا دن ہے کہ اگر کوئی اس دن روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک سال گزشتہ کے گناہ بخش دیتے ہیں ! !

فقہاء نے لکھا ہے کہ صرف دس محرم کا روزہ نہیں رکھنا اس کے ساتھ ایک روزہ اور بھی رکھنا ہے یا تو نو محرم کا ساتھ ملا لیں اور یا پھر دس محرم کے ساتھ گیارہ محرم کا روزہ بھی ساتھ ملا لیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی ! !

ہم حسینی ہیں :

دیکھو بھائی ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم حسینی ہیں ! حضرت امام حسینؓ کے ماننے والے ہیں ! ہم یزیدی نہیں ہیں ! ہمارا یزید سے کوئی واسطہ کوئی تعلق نہیں، حضرت حسینؓ کو ہم مظلوم قرار دیتے ہیں اور یزید کو ہم ظالم قرار دیتے ہیں، ہمیں اُسوہ حسینی کو اختیار کرنا ہے اور اُسوہ حسینی کیا ہے ؟ کہ اپنے آپ کو حق پر جان دینے کے لیے تیار رکھو کہ جب بھی حق پر جان دینے کا موقع آیا تو کیا مرد کیا عورتیں

سب حق کے لیے اللہ کے راستہ میں جان دیں گے جیسے حضرت حسین نے روزہ کی حالت میں اور سجدہ کی حالت میں جان دی ! تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو روزے اور نماز کا پابند بنائیں اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کریں اور نافرمانیوں سے بچیں ! !

اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں کے سمجھنے کی توفیق دے اور حضرت امام حسین سے ہمیں محبت نصیب فرمائے اور ان کے اُسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین !

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بقیہ : رحمٰن کے خاص بندے

اور صفاتِ ذاتیہ اور فعلیہ میں ایک باریک فرق یہ ہے کہ صفاتِ ذاتیہ کے مفہومِ مخالف کو ذاتِ خداوندی کی طرف منسوب کرنا محال ہے مثلاً اللہ تبارک وتعالیٰ صفتِ حیات سے متصف ہے تو اس کو کبھی بھی موت سے متصف قرار نہیں دیا جاسکتا ! اسی طرح اس کی طرف علم کے بجائے جہل یا قدرت کے بجائے عاجزی کی نسبت ہرگز نہیں کی جاسکتی ! اس کے برخلاف صفاتِ فعلیہ میں افعالِ متعارضہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے مثلاً زندہ کرنا اور موت دینا، عطا کرنا اور محروم کرنا، رحم کرنا اور غصہ کرنا، یہ سب باتیں بیک وقت اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوسکتی ہیں اور ان سب کا تعلق صفتِ تکوین سے ہے ! (مستفاد : بدر الیلالی شرح بدء الامالی فی علم العقائد ۱/۱۲۵ ، افادات مولانا مفتی رضاء الحق مدظلہ دارالعلوم زکریا افریقہ)

(جاری ہے)

قسط : ۴ ، آخری

فلسطین کی بابت چالیس اہم تاریخی حقائق

مسئلہ فلسطین کی تفہیم کے لیے ایک راہنما مقالہ

﴿ ڈاکٹر محسن محمد صالح اردو استفادہ محمد زکریا خان ﴾

(۳۱) فلسطین کے نصاریٰ کا موقف :

فلسطین میں عیسائی آبادی بھی پائی جاتی ہے، مسلمانوں کی طرح وہ بھی صہیونی ظلم کا شکار ہیں برطانیہ کے انتداب سے لے کر اب تک وہ آزادیٔ وطن کی تحریک میں مسلمان فلسطینیوں کے ساتھ شانہ بشانہ شریک رہے ہیں ! فلسطین کے عیسائیوں کا مسلمانوں کے ساتھ مثالی اتحاد ہے وہ فلسطین میں رائج تہذیب و ثقافت اور (عربی) زبان کا اسی طرح دفاع کر رہے ہیں جیسے عام فلسطینی مسلمان کرتا ہے تقریر سے ، تحریر سے اور تلوار سے ! !

(۳۲) تحریکِ مزاحمت کے متفقہ اصول :

اپنے خطے سے محبت اور اس کا دفاع کرنا، اپنے مقدسات کا احترام اور دفاع کرنا دینِ اسلام کے واجبات میں سے ایک اہم واجب ہے ! اسلام کے علاوہ انسانیت بھی ان اصولوں کو تسلیم کرتی ہے اپنے ہم وطن لوگوں سے ناطے داری ہونا، ان سے محبت کرنا اور ان کے لیے اچھے جذبات رکھنا ایک فطری جذبہ ہے سوائے اس کے کہ اس سے کوئی ایسی چیز حلال نہ ہو جائے جو اللہ نے حرام ٹھہرائی ہے ! اس دائرے میں رہتے ہوئے وطن اور اہلِ وطن سے محبت ایک فطری اور جائز جذبہ ہے ! بنا بریں اس فطری جذبے کی وجہ سے مسئلہ فلسطین کے بنیادی عناصر خواہ وطن کی محبت نے انہیں ابھارا ہو یا عربی جذبے نے مہمیز دی ہو یا اسلامی جذبہ کارفرما ہو، سب ایک دوسرے کو مکمل کرنے والے ہونے چاہئیں نہ کہ ایک دوسرے کے برخلاف ! ! اسلامی معاشرے سے ضعف کے اسباب دور کرنا ہوں

یا اسلامی ریاست کی بنیاد رکھنا ہو یا تمدن یا ثقافتی ترقی حاصل کرنا ہو یا عرب مسلمانوں کے اتحاد کی تحریک ہو یا فلسطین کی آزادی کا مسئلہ ہو، ان میں سے کوئی عمل ایسا نہیں جو دوسرے عمل کے مخالف ہو بلکہ یہ سب ہی ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں اور یہ بالکل ممکن ہے کہ سب عناصر ایک ساتھ عمل کی تکمیل کا حصہ بنیں ! !

(۳۴) امن قائم کرنا اسلام کی غایت ہے :

دینِ اسلام سلامتی والا دین ہے ! اللہ خود اَلسَّلَامُ ہے ! مسلمان ملاقات کرتے ہوئے سلام کہتے ہیں، جنت کا ایک نام دَارُالسَّلَامُ ہے ! اسلام میں دوسری قوموں سے تعلقات کے لیے جو تعلیمات ہیں ان کا دائرہ کافی وسیع ہے ! پر امن بقاءِ باہمی کا اصول بھی اسلام میں موجود ہے ! دوسرے مذاہب سے معاملات کرتے ہوئے اسلام نے اس اصول کی ترغیب دی ہے کہ احسن طریقے سے معاملے حل کیے جائیں !

اسلام کا متضاد دہشت گردی ہے یا جن نفوس کی اسلام میں حرمت ہے انہیں قتل کرنا بھی لفظ اسلام کا متضاد ہے ! علاوہ ازیں اسلام دینِ حق بھی ہے اور سراسر عدل پر مبنی دین بھی (جس میں خدا کی بندگی کا عہد کر لینے کے بعد) انسان تمام بندھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے اس لیے یہ دین دینِ حریت بھی ہے ! بنا بریں اس دینِ حریت کے پیروکار اپنے اوپر ظلم برداشت نہیں کرتے اور چونکہ یہ دین دینِ عدل بھی ہے اس لیے اسلام کے پیروکار کسی پر ظلم بھی نہیں کرتے ہیں ! اس دین میں ذلت کی زندگی رسوائی اور ناموسی ہے ! اپنے دین، عزت و ناموس، مقدسات اور اراضی پر وہ اپنی اعلیٰ سے اعلیٰ چیز بخوشی قربان کر دیتے ہیں ! !

فلسطین میں اس وقت تک سلامتی نہیں آ سکتی جب تک اہلِ فلسطین پر ظالمانہ معاہدے ٹھونسے جاتے رہیں، ان کے حقوق سلب ہوتے رہیں اور اس کے اصل باشندے مہاجرت کی زندگی گزاریں، ایسے ظالمانہ معاہدوں کو برابری پر قائم معاہدوں کا نعم البدل کہہ کر وقتی سیاسی مقاصد تو حاصل

کیے جاسکتے ہیں اس لیے کہ وہاں کے شہریوں کو کمزور اور ضعیف سمجھ لیا گیا ہے لیکن ایسے معاہدوں سے فلسطین میں مستقل امن کا خواب پورا نہیں ہوسکتا ! آزادی فلسطین کا جہاد فرض ہی رہے گا اور اس کے شہریوں کے لیے ایک اعزاز اور آبرومندی کی علامت صہیونی اور مغربی اصلاحات سے اس مزاحمت میں کوئی فرق نہیں آئے گا خواہ کوئی مغربی میڈیا کی ہاں میں ہاں ملا کر جہاد فلسطین کو دہشت گردی ہی کیوں نہ کہے ! اور اگر فلسطینی اپنے حقوق سے دستبردار ہوکر مزاحمت چھوڑ دیں تو اسے امن کہے ! یہ میڈیا تو حقوق کی جنگ کو ''دہشت گردی'' اور مظلوم کے ترکِ مزاحمت کو ''امن'' کہتا ہے ! !

(۳۴) اسلام میں جہاد کے اصول :

مسلمان یہودیوں کے خلاف جہاد اس لیے نہیں کرتے کہ کوئی شخص یہودی ہے، اسلام میں اہل کتاب اور اہل ذمہ کے ساتھ سیاسی تعلقات کی تعلیمات موجود ہیں ! اسلام اہلِ کتاب اور اہل ذمہ سے عدل و احسان کرنے کا حکم دیتا ہے، انہیں عبادات اور رسومات ادا کرنے کی آزادی ہوتی ہے اور (عہد کرنے کے بعد) انہیں ویسے ہی حقوق حاصل ہوجاتے ہیں جیسے مسلم شہریوں کو حاصل ہوتے ہیں جہاں تک مسئلہ یہود اور ''سامی نفرت'' [1] کا تعلق ہے تو اسلام اپنی طویل تاریخ میں ایسی اصطلاحات سے ناواقف رہا ہے، کسی خاص نسل سے نفرت اور کسی قوم کا قتلِ عام یورپ کی سوغات ہے ! ! یہودی اسلامی عملداری والے علاقوں میں صدیوں رہے ہیں لیکن وہاں انہیں ایسی کوئی مشکلات پیش نہیں آئیں جو انہیں یورپ میں رہتے ہوئے پیش آئی ہیں ! بنا بریں اسلامی تعلیمات میں یہ کوئی اصول نہیں کہ کسی یہودی کو صرف یہودی ہونے کی وجہ سے برداشت نہ کیا جائے ! مسلمانوں کا جہاد صہیونیوں کے خلاف ہے جو ایک متعصب نسل پرست تشدد پسند تحریک ہے اور جس نے مسلم خطوں پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے، جنہوں نے وہاں کے اصل باشندوں کو مہاجرت پر مجبور کیا، انہیں بے وطن کیا، مسلمانوں کے مقدسات کی اہانت کی ! جان لیجیے کہ مسلمان ہر اس قوم کے خلاف علم جہاد بلند کرتے رہیں گے جو ان کی اراضی پر قابض ہوتا ہے خواہ اس کا کوئی مذہب ہو یا کوئی نسل ! !

[1] حضرت نوح علیہ السلام کا بڑا بیٹا جن کی نسل ''سامی'' کہلاتی ہے

(۳۵) امت صرف اسلام کے اصول اور مبادیات پر متفق ہوسکتی ہے :

فلسطین کی آزادی اور صہیونیوں کی قوت منتشر کرنے کے لیے ہمیں اسلام کے اصولوں پر چلنا ہوگا ! اللہ تعالیٰ اپنے سچے بندوں کی نصرت کا خود ذمہ اٹھا لیا کرتا ہے ! علاوہ ازیں پوری امتِ مسلمہ کا عقیدہ بھی اسلام ہے جو اس تحریک میں فلسطین کے ساتھ کھڑی ہوگی اور اس لیے بھی کہ اسلام سراسر بھلائی اور فلاح کا دین ہے ! اسلام میں یہ کشش ہے کہ وہ مسلمانوں کو متحد کرتا ہے اور ان کی طاقت کو یکجا کرسکتا ہے ! فلسطین کی تاریخ بھی اس بات پر گواہ ہے کہ اسلام کی وجہ سے اسے پہلے بھی آزادی نصیب ہوئی ہے جیسے تاتاریوں کا قبضہ اور پھر فرانس کے قبضے سے آزادی پانے کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے جہاں تک اسلام کے علاوہ دوسرے نظریات کو بنیاد بنانے کا سوال ہے (جیسے وطن پرست تحریکیں یا قوم پرست تحریکیں یا عرب نیشنل ازم یا اشتراکی تحریکیں) تو ماضی قریب کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اسلام کے علاوہ دوسرے نظریات ناکام ہی ہوئے ہیں ! !

(۳۶) مسئلہ فلسطین کا اسلامی حل :

اسلامی نقطہ نظر سے فلسطین کی آزادی کی تحریک کے نکات درج ذیل ہوسکتے ہیں :

(الف) اسلام ہی کو اپنا عقیدہ اور منہج حیات بنایا جائے ! اپنی زندگی کو اسلامی اخلاقیات اور اسلامی قدروں کے مطابق ڈھالا جائے ! اپنے باہمی معاملات اللہ کی شریعت کے مطابق طے کیے جائیں !

(ب) تحریک آزادی فلسطین کی قیادت اسلامی شخصیت ہو جو معاملات سے نبرد آزما ہونے کی پوری صلاحیت رکھتی ہو جو پختہ ارادے اور نیتِ صادقہ کے ساتھ صہیونی عزائم کا توڑ کرنا جانتی ہو !

(ج) صہیونیت کے خلاف تحریک کا دائرہ صرف فلسطین تک محدود نہ رہنے دیا جائے بلکہ پورے عالمِ اسلام میں صہیونی عزائم کو نمایاں کرنے کے بعد امت کو اپنی پشت پر لایا جائے ! اسے صرف فلسطینی مسئلہ یا عرب اسرائیل مسئلہ تک محدود نہ رکھا جائے کیونکہ ارضِ فلسطین کی آزادی تمام مسلمانوں پر فرضِ عین ہے اس لیے کہ صہیونی منصوبے صرف فلسطین کی سرزمین تک محدود نہیں ہیں بلکہ پوری دنیا میں صہیونی اپنے

منصوبے بنا رہے ہیں لہٰذا یہ مسئلہ علاقائی نہیں بین الاقوامی ہے ! ایک بین الاقوامی عَدو (دشمن) سے بین الاقوامی سطح پر ہی نبٹا جا سکتا ہے ! !

(د) تحریکِ آزادی فلسطین کی ہر سطح پر مدد کرنا کیونکہ فلسطین ارضِ رُباط ہے (مسلم علاقوں کا وہ مقام جہاں سے عدو (دشمن) دراندازی کر سکے اور جہاں کے باشندوں کو ہر وقت چوکنا رہنا پڑتا ہو ایسے مقام سے اگر ایک دفعہ دشمن اسلامی قلمرو میں گھس آئے تو پھر اس کا دوسرے علاقوں میں گھسنا آسان ہو جاتا ہے ! ارضِ رُباط میں رہنے والے مسلمانوں کو اسلام میں خصوصی مراعات دی جاتی ہیں)

(ھ) تمام مسلم خطوں میں سیاسی، اقتصادی اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے اعلیٰ صلاحیتیں اور استعداد کار پیدا کرنا، مسلم امہ کو ایک طویل جنگ کے لیے اپنے ہی پیدا کردہ وسائل پر انحصار کرنا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے مسلم ہستی کو زمین کی نیابت سونپی ہے موجودہ دور میں یہ ایک نہایت کٹھن کام ہے اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لیے مسلم امہ کو اپنے اندر بہت ساری لیاقتیں اور صلاحیتیں پیدا کرنا ہیں، صرف فلسطین کی آزادی کا ایک مسئلہ امت کو درپیش نہیں ہے بلکہ ہمارے بہت سے مقبوضہ جات آزاد ہونا ہیں ! !

(۳۷) مسئلہ فلسطین انسانی المیہ :

مسئلہ فلسطین صرف سیاسی مسئلہ نہیں بلکہ یہ انسانوں کو پیش آنے والے بہت سے مسائل سے عبارت ہے، صبح و شام حقوق انسانی کا واویلا کرنے والوں کے سامنے لاکھوں مظلوموں کی آہ و بکاء ان کی جانبداری کے نفاق کا پردہ چاک کر رہی ہے ! نیو ورلڈ آرڈر کا ننگ چھپائے نہیں چھپ رہا ! ترقی یافتہ ممالک کے سامنے جہاں حیوان و بہائم کے حقوق کی بات ہوتی ہے وہاں پچھلی نصف صدی سے ساٹھ لاکھ سے زائد انسانوں کا سوال ہے جن سے ان کا وطن بزورِ قوت چھین لیا گیا ہے، جن کی خیمہ بستیوں میں بھوک ہی بھوک ، افلاس ، امراض اور ناخواندگی ہے ، وہ بے گھر انسان جن کی جھونپڑیوں کو جلا کر ان پر یہودیوں نے بلند و بالا عمارتیں کھڑی کر لی ہیں، ایک ایسے دعوے کو بنیاد بنا کر جو سراسر جھوٹ ہے، ایک ایسا دعویٰ جس کی نہ تاریخی حقیقت ہے نہ کوئی دینی (توراتی) شہادت ہے

اور نہ ہی بین الاقوامی قوانین میں اس کی گنجائش ہے !

فلسطین میں صہیونی ریاست مغربی استعمار کی باقی ماندہ بدنما شکل کی صورت میں قائم ہے ! مسلم آبادی والے دوسرے خطوں سے تو استعمار کو نکلنا پڑا، اب اسے ارضِ رُباط سے بھی نکلنا ہے آج یا کل ! چاہیئے کہ اس انسانی المیے کو حل کرنے کے لیے پوری انسانیت کھڑی ہوجائے !

(۳۸) عمرانی صداقتیں :

دنیا میں (دجالی) صہیونی قوت ایک مسلمہ حقیقت ہے بین الاقوامی مالیاتی امور ہوں یا سیاسی ہیر پھیر ہوں یا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا ہو، ہر جگہ پس پردہ صہیونی منصوبہ کارفرما ہے ! امریکہ میں صہیونی اثر ونفوذ سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا ! ہم کسی ''سامی نفرت'' کی وجہ سے یہ بات نہیں کررہے ہیں اور نہ ہی ہمیں کسی خاص نسل سے بیر ہے، اگر کوئی قوم ترقی پاکر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوالیتی ہے تو یہ قابل ستائش کام ہے نہ کہ قابل مذمت ! شرط یہ ہے کہ وہ انسانی فلاح کے لیے استعمال ہو، قوت حاصل ہونے پر ظلم اور فساد پھیلانا، دوسروں کے حقوق سلب کرنا قابل تحسین نہیں کہلاسکتا ! !

بلاشبہ صہیونی آج قوت میں ہیں لیکن یہ تفوق ناقابل تسخیر نہیں ہے، یہ خیال غلط ہوگا کہ دنیا کے ہر چھوٹے بڑے واقعے کے پیچھے صہیونی ہوں گے ! صہیونی قوت خدا کی قوت پر غالب نہیں ہے اور نہ ہی وہ بشریت کی سرحدوں سے آگے نہیں نکل گئے ہیں، خدا کی پیدا کردہ مخلوق ہیں اپنے تئیں پیدا نہیں ہوئے، قوموں کے عروج و زوال کی کچھ خدائی سنتیں ہیں جیسے دوسری قوموں پر زوال کے دن آتے ہیں اسی طرح صہیونی بھی ہمیشہ طاقتور نہیں رہیں گے ! !

ہمیں اعتراف ہے کہ ترقی کی منازل بغیر محنت و مشقت اور اعلیٰ تنظیم کے حاصل نہیں ہوا کرتیں لیکن ہمیں ان اسباب کو بھی سامنے رکھنا ہے جو زوال لایا کرتے ہیں، دنیا کی طویل تاریخ میں پہلے بھی اس قوم کو ترقی حاصل ہوئی تھی لیکن ان پر زوال کوئی ایک مرتبہ نہیں آیا ! صہیونی آج قوت میں ہیں تو اس میں امتِ مسلمہ کے لیے نصیحت ہے، ایک زمانے میں یہودی دنیا کی حقیر ترین قوموں میں

شمار ہوتے تھے، مسلمان بھی اپنے اندر وہ صلاحیتیں پیدا کر سکتے ہیں جو دنیا کی نیابت کے لیے ضروری ہوا کرتی ہیں ! ! !

(۳۹) تیسری عالمی جنگ کا خطرہ :

اسرائیل کی ہوشربا فوجی قوت اقوامِ عالم کے امن کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے ! اسرائیل کے پاس وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار ہیں جن میں 200 ایٹم بم بھی شامل ہیں ! اسرائیل کی تیز رفتار فوج کی استعداد خطرناک حد تک زیادہ ہے، اسرائیل محض بہتر گھنٹوں میں سات لاکھ فوج ایک جگہ سے دوسرے جگہ منتقل کر سکتا ہے [۱] عالمِ اسلام کے قلب میں ایسی خطرناک فوج بین الاقوامی امن کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے جہاں کسی وقت بھی ایک خطرناک جنگ بھڑک سکتی ہے جو تیسری عالمی جنگ کی صورت اختیار کر سکتی ہے ! !

آج نہیں تو کل مسلمان ایک بڑی قوت بننے والے ہیں ! یہ بات بعید نہیں کہ اسرائیل کی وجہ سے مسلمان بھی وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار حاصل کر لیں ! مسلمان اپنی ایک انچ زمین سے بھی دستبردار ہونے کے نہیں ! حالتِ ضعف میں کبھی مسلمان نچلے نہیں بیٹھے اب جبکہ وہ دن دور نہیں جب مسلمان ایک بڑی قوت ہوں گے ! اگر اسرائیل کے وجود کو عالمِ اسلام کے قلب سے ختم نہیں کیا جاتا تو مسلمان اپنی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والے عدو (دشمن) کو نکال کر دم لیں گے ! اس سے پہلے استعمار کو بھی عالمِ اسلام سے نکلنا پڑا تھا، استعماری طاقتیں بھی بڑی قوت ہوا کرتی تھیں ! !

ایک خطرناک بین الاقوامی جنگ سے بچاؤ کی یہی صورت ہے کہ عالمی طاقتیں اپنا اثر ونفوذ استعمال کرتے ہوئے صہیونی ریاست کو مسلم اراضی سے بے دخل کر دیں ! !

(۴۰) صہیونی ریاست کا زوال :

فلسطین میں صہیونی منصوبوں کا ناکام ہو جانا نہ صرف ممکن ہے بلکہ ایک واقعاتی حقیقت ہے صہیونی ریاست کا زوال ایک ربانی فیصلہ بھی ہے ! قرآن مجید کہ جس میں باطل کی آمیزش کا سوال ہی

---

[۱] مگر حالات نے ثابت کر دیا کہ یہ محض ایک ھوّا تھا جس کے غبارہ سے اب پھونک نکل چکی ہے والحمد للہ (ادارہ)

پیدا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ صیہونی زوال کی بشارت دیتا ہے ! اس کا آخری رسول جس کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف خدا کی طرف سے ہوتا ہے وہ بھی صیہونیوں کے زوال کی بشارت دے کر گیا ہے ! پھر اس دھرتی پر خدا کی ربانی سنتیں اثر انداز ہوتی ہیں ! انسانی تاریخ بھی ہمیں بتاتی ہے کہ ظلم پر کوئی ریاست زیادہ عرصہ قائم نہیں رہ سکتی، خدا کے نافرمانوں پر آفتیں آیا کرتی ہیں اور خدا کسی کا حق مارنے والا نہیں ہے ! ! !

دارُالافتاء کا ای میل ایڈریس اور وٹس ایپ نمبر

daruliftaa@jamiamadniajadeed.org

Whatsapp : +92 321 4790560

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی امور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے

اخبار الجامعہ

﴿جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور﴾

✿ ✿ ✿

یکم جون بروز ہفتہ جمعیة علماء اسلام کے صوبائی امیر شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جمعیة علماء اسلام کے ''عوامی اسمبلی'' جلسے میں شرکت کے لیے بخاری شریف کے سبق سے فارغ ہوکر مظفرگڑھ تشریف لے گئے جہاں آپ نے جلسہ کی صدارت فرمائی، بعد ازاں جامعہ کی مصروفیات کی وجہ سے واپس لاہور کے لیے روانہ ہوئے رات دو بجے بخیر و عافیت جامعہ تشریف لے آئے، اگلے دن کے تمام امور اور بخاری شریف کا سبق حسبِ معمول ہوا والحمد للہ !

۳/ ذوالحجہ ۱۴۴۵ھ/ ۱۰/ جون ۲۰۲۴ء کو حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مد ظلہم حج کی سعادت کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے، ۱۶/ ذوالحجہ/ ۲۳/ جون کو بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے۔

۲۰/ جون بروز جمعرات شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب فاضل جامعہ رمیز اشرف صاحب کی دعوت پر جامع مسجد بلال گاؤں نول بٹھاڑ کھڈیاں خاص تشریف لے گئے جہاں بعد نمازِ مغرب آپ نے پانچ سالہ درسِ قرآن کی تکمیل کی تقریب میں قرآن پاک اور دینی تعلیم کی اہمیت پر بیان فرمایا۔

۲۳/ جون بروز اتوار شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب، جامعہ مدنیہ جدید کے استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مد ظلہم کے بیٹے فاضل جامعہ مولوی محمد عمر کی عیادت کے لیے میو ہسپتال تشریف لے گئے جہاں آپ نے ان کی عیادت کی اور صحت یابی کے لیے دعا فرمائی بعد ازاں فاضلِ جامعہ مدنیہ جدید اور شبان ختم نبوت کے ذمہ دار مولانا سید انیس شاہ صاحب سے ان کے والد جناب عبدالرؤف شاہ صاحب کی تعزیت کے لیے سنٹرل پارک تشریف لے گئے جہاں آپ نے مولانا انیس شاہ صاحب سے تعزیتِ مسنونہ کی اور مغفرت کی دعا فرمائی۔

وفیات

☆ ۴؍جون کو جمعیۃ علماء اسلام کے حضرت مولانا قاضی عصمت اللہ صاحبؒ سابق ممبر قومی اسمبلی اوران کے بھائی الحاج عباس خان صاحب ایک ہی دن قلعہ سیف اللہ بلوچستان میں انتقال فرماگئے۔

☆ ۱۸؍جون کو سابق امیر جمعیۃ علماء اسلام جنوبی وزیرستان حضرت مولانا میرزا جان صاحبؒ نامعلوم افراد کی فائرنگ سے شہید ہوگئے۔

☆ ۱۸؍جون کو پاجیاں رائیونڈ کے بھائی عبدالجبار صاحب کے والدگرامی وفات پاگئے۔

☆ ۲۰؍جون کو فاضلِ جامعہ مدنیہ جدید مولانا سید انیس شاہ صاحب کے والدمحترم سید عبدالرؤف شاہ صاحب طویل علالت کے بعد میو ہسپتال لاہور میں انتقال فرماگئے۔

☆ ۲۴؍جون کو فاضلِ جامعہ مدنیہ جدید مولانا محمد سلیم صاحب کے چچا، رانا شبیر صاحب کے چھوٹے بھائی رانا ظہیر صاحب بابر پھولنگر میں وفات پاگئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اوران کے پسماندگان کو صبرجمیل کی توفیق نصیب ہو، آمین۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں ! جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیزو اقارب کو بھی ترغیب دیجیے ! ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر پندرہ ہزار روپے (15000) لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں !

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے لیے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

+92 - 333 - 4249302   +92 - 333 - 4249301

+92 - 323 - 4250027   +92 - 345 - 4036960

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-00954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-00954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

انوار مدینہ کا اکاؤنٹ نمبر (2-7914-100-020-00954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67

+92 333 4249302
+92 335 4249302
+92 333 4249302
jamiamadniajadeed
jmj786_56@hotmail.com
jamiamadnia.jadeed
jmj_raiwindroad
jamiamadniajadeed.org